

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالصَّحِيْحِ قسم ہے چاشت کے وقت کی!
یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے جنمیں تو نے بخشنا ہے ذوقِ خدائی (اقبال)

تین طلاق کی درست تعبیر

وہ تعبیر جس پر اہل حق متفق ہوں اور اہل باطل بھی تعبیر کی غلطی کا اعتراف کریں

ہاشمی زیور و بہار شریعت میں تین طلاق کا غلط مسئلہ اور دارالعلوم کراچی کے غلط فتوے کی تردید

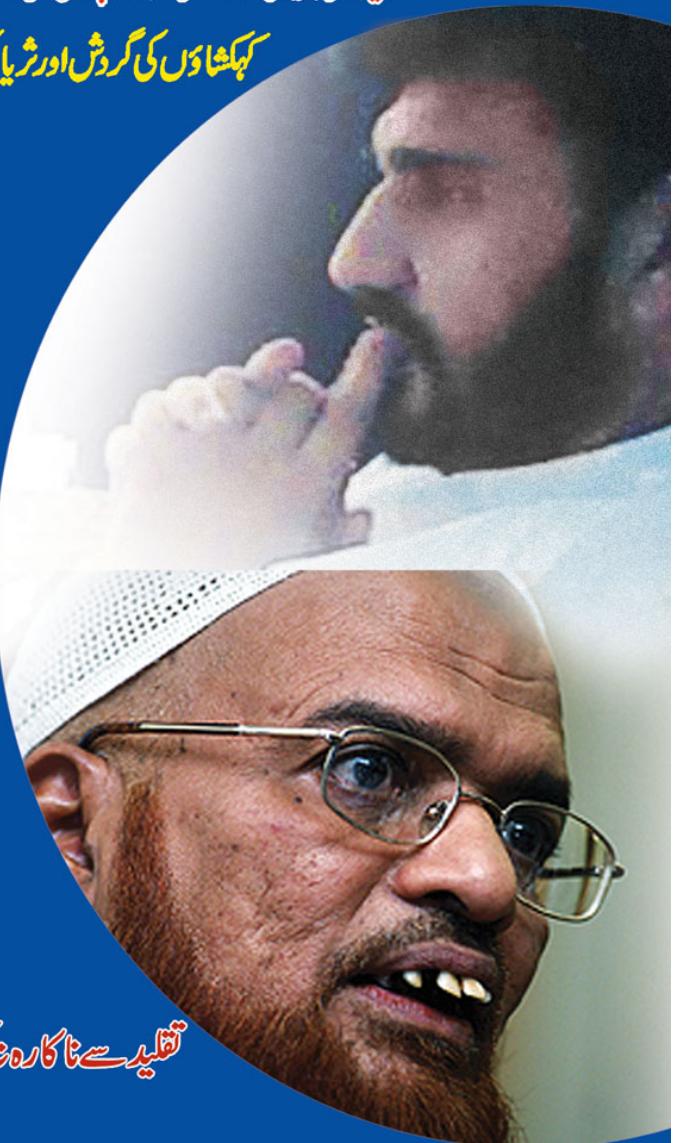
دیوبندی ہریلیڈی مسائک کی مشہور کتب میں تین طلاق کا یہ مسئلہ عقل، نظرت قرآن و مت، حضرت عزیز اور چاروں امام کے منافی

کہکشاوں کی گردش اور شریا کی جھرمٹ میں گرفوار درخشندہ ستاروں کی قید سے آزاد تحریر

اسلام نے معاشرتی مسائل کا فطری حل پیش کیا تو دور جاہلیت کے مشرکین مکہ کے آثار قدیمہ بھی نہیں مگر غیر فطری مسلکوں نے اسلام کو بر باد کیا۔ بڑے مشائخ و علماء ہند و فارس، سندھ و خراسان کی سرز میں پڑا۔ محمد بن قاسم اور مجاہدین کی فتوحات، مسلم سلاطین کی آٹھ سو سالہ بلاشکرت غیرے ہند میں حکمران رہے، ہم ہندو اون رسم سے متاثر مگر ہندو پر اسلام کا اثر نہ پڑا۔ ہندو سے کہو کہ معاشرتی اصول بناؤ۔ اچانک تین طلاق پر حالہ ہو، تو برملا کہہ دیگا کہ بے غیرت اپنا کام کر، گروناک نے مسلم ہندو کے بیچ نیامد ہب سکھ بنا لیا پھر رنجیت سنگھ کا اقتدار رہا۔ شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی، ڈاکٹر طاہر القادری، مفتی اعظم نیب الرحمن و رفیع عثمانی ہر دور میں برس اقتدار کے کاندھے پر چڑھ کر اسلام کا حلیہ بگاڑتے رہے، ان کی بدولت زکوٰۃ سے لیکر سودی نظام تک اسلامی احکام کا بگڑا حلیہ سامنے ہے، شادی کی رسم کا لفاف سودا درماں سے زنا کے برابر گناہ لیکن معاوضہ لیکر سود کو اسلامی قرار دے تو ان کی شیخ الاسلامی پر کوئی اشتمیں پڑتا، جواز سود نظر نہ آئے تو بے غیرت ٹولہ مغرب سے سورج کے طلوع پر کیا تو بہ کریگا؟۔ طلاق کی درست تشبیر سے چروں کا نقاب اُتھیگا۔

سید مفتی نیب الرحمن گیلانی

تقلید سے ناکارہ نہ کراپی خودی کو کراس کی حفاظت کہ یہ گوہر ہے یگانہ



بسم اللہ نحمدہ و نصلی علی رسلہ الکریم خاتم الانبیاء و علی آلہ و اصحابہ اجمعین محترم قارئین! آپ ”تین طلاق کی درست تعبیر“ میں اسلام کے آفی نظام کو دیکھ کر تجھ کریں گے کہ ”رانچ ممالک اسلام کے ذری نظام سے کیوں پڑتے ہیں؟“ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”اسلام کا آغاز اجنبیت کی حالت میں ہوا، اور یہ پھر غفرنیب اجنبیت کی طرف لوٹ جائیگا، پس خوشخبری ہے اجنبیوں کیلئے“۔ انگریز دور میں عالماء کا خطاب اور درباری علماء کی تاریخ رہی، غربی کی ”احیاء العلوم“، کوصر کے بازار میں اسلئے جایا کہ ابوحنیفہ کے شاگرد شیخ الاسلام ابو یوسف کے حیلوں کے بارے میں لکھا گیا۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی نے احادیث صحیح کی بنیاد پر زمین کو مزارعت پر دینا سو و قرار دیا مگر علماء حق کے مسلک کا نام و نشان نہیں اور حیلہ سازوں کا مسلک رانچ ہے۔ مفتقہ میں علماء کا اجماع تھا کہ ”نمایز پڑھانے اور قرآن سکھانے پر معاوضہ حرام ہے“، مگر حیلہ ساز متأخرین نے اجماع کیا کہ دین کو کاروبار بنانا جائز ہے اور آج حیلہ سازی کا مسلک رانچ ہے، دین میں خلوص نہیں رہا، ایک کاروبار بن گیا۔ افغانستان پر نیٹو نے حملہ کیا تو تمام ممالک اور کمیونٹیوں تک مسلمانوں نے نیٹو کی مخالفت کی پھر دیگر ممالک بھی نشانہ بنے۔ ڈاکٹر طاہر القادری اتحاد مسلمانوں کا علمبردار قائم مسلمانی تصب سے طاہر القادری نے نیٹو سے لڑنے والوں کو خوارج قرار دیکھنے کا ریلے کیلئے کتنا کا کردار ادا کیا، یہ کہنا کہ ”ہم پار دو دوائے ہیں“ غلط ہے بلکہ ”تم رقص و سر دوائے ہو“۔ پہنچ پارٹی کے دور میں انہی طالبان کو سرعام بھائی کہا اور طالبان کا سیاسی لیڈر عمران خان فرست کزن تھا، ایمیٹس کا جہاں اسلئے ہائی جیک کیا کہ مارا جاؤ نگاہ، اسی پر ناچباہاری نہیں، درود کس نے سن؟، البتہ سر دوکرتے ہو، نواز شریف، مینٹری بھشو اور مشرف کے دروں پر بیٹھ کر رہی۔ آج مدارس سودی اسلامی بینکاری کیخلاف مگر وقت کیسا تھا ساتھ دوباری علماء کا مسلک رانچ اور اسلام و اہل حق کا کردار اجنبیت کا شکار ہو گا۔ سود پر زکوٰۃ کا مسئلہ آیا تو مفتقی اعظم پاکستان مفتقی محمود اور فطرت کا مؤقف واضح تھا کہ اصل مال محفوظ ہو تو زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی مگر مفتقی محمود ہارا، مفتقی عثمانی جیتا، مولانا فضل الرحمن شراب چاہب زم کا تیل قرار دیتا رہا، زکوٰۃ کمیوں کیلئے پہلے پہلے پارٹی کی حکومت میں پھر شامل تھا، اب نواز شریف سے پس لیکر جلسے جلوس کر رہا ہے، دینی احکام کا حلیہ یونہی بگڑا۔

جزل راجیل شریف، چیئر مین مینٹری رضار بانی، چیف جسٹس انور ظہیر بھائی و دیگر بالашخصیات اور ایکی محترمہ بیگمات اس کتاب کو غور سے پڑھیں اور پھر درباری علماء و مفتقیان کو لگام دینے کیلئے موثر کردار ادا کریں۔ علماء سوہ کا ٹول جس طرح آج اسلام کا حلیہ بگاڑ رہا ہے، اسی طرح طلاق اور حلال کے خواں سے بھی ماضی میں اسلام کا حلیہ بگاڑ چکا۔ جن کو اسلام کے نام پر ناجائز حلال کی لعنت پر غیرت نہ آتی ہو، بتاؤ! ان سے کیا تو قرکھی جا سکتی ہے؟۔



انتساب

میں اپنی اس کاوش ”تین طلاق کی درست تعبیر“ کا اپنی مادر علمی عظیم الشان درسگاہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ
علامہ بنوری ناؤں کراچی کے نام کرتا ہوں جس کی بنیاد علامہ سید محمد یوسف بنوری نے تقویٰ پر رکھی تھی۔

رابطہ: مدرسہ محمدیہ، جین روڈ، گند راہباد، رچھوڑ لاہور کراچی
03222707606 , 03002690704
03160109818 , 02134520015-9
www.zarbehaq.com



مُحض طلاق کہنے سے کوئی کو طلاق نہیں ہو جاتی سپریم کورٹ

قانون پر اس مکمل کرنے کے بعد ہی طلاق موثر ہوگی، تا ان نفقوہ یعنی کافیصلہ برقرار، چیف جسٹس کی سربراہی میں ڈویژن بیچ کافیصلہ مرتب تیج کے بعد دوبارہ گنتی نہیں ہو سکتی، عدالت پندتی بھٹیاں میں دوبارہ لکھتی کافیصلہ کا عدم، میان میں ایکش روکنے کی استدعا مسترد اسلام آباد (مانسونہ ایک پریس) عدالت عظمی نے نہیں ہو جاتی، قانون کے مطابق پر اس مکمل کرنے کے کوڑ کافیصلہ برقرار رکھتے ہوئے درخواست گزار کا یہ تا ان نفقوہ میں مغلوق ایک مقدمے کی سماعت کرتے ہوئے بعد ہی طلاق موثر ہوگی۔ چیف جسٹس انور اظہر جمالی کی موقف مسٹر کردیا کر انہوں نے 1992ء میں انہوں میں آبزر ویشن دی ہے کہ مُحض طلاق کہنے سے یوں کو طلاق دے دی جائی۔ (باقی فہرست صفحہ 50)

DAILY EXPRESS



پاکستان کے 11 شہروں سے بیک وقت شائع ہونے والا واحد اخبار
بلڈ 367 | بدھ 27 نومبر 1437ھ 31 اگست 2016ء، صفحات 16 تا 12 درجے

سپریم کورٹ کافیصلہ کہ مُحض طلاق کہنے سے یوں کو طلاق نہیں ہوتی۔ اسلامی مدارس کا طلاق کے الفاظ پر حلالہ کی لعنت کا فتویٰ ہے۔ سپریم کورٹ کے شرعی ایجیٹ نجخ اور شرعی عدالت کے مشیر حضرت مولانا مفتی حسام اللہ شریفی نے عقیق گیلانی کی تحقیق سے اتفاق کیا ہے۔ مدارس کا فتویٰ قرآن و سنت اور انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی ہے، آرمی چیف جنرل راحیل شریف، وزیر اعظم نواز شریف اور چیئر میں سینٹ رضار بانی وغیرہ اس معااملے کو سنجیدگی سے حل فرمائیں۔ اجمل ملک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَمْ يَرْجِعْهُ

عَالَمُكُلُّ مُحَاكَلَاتٍ بِيَدِ طَلاقٍ رَبِيبٍ اِنَّمَا مُتَكَبِّرُهُ جَنَاحُهُ خَانِدُونَ كَمْ
بِنَاهُ دُورِ بَحْكَارٍ بَرِيبٍ اِشْرَتِرٍ ۚ ۝ - حِجْرٌ سِيمِ عَيْنِي اِنْرَهُنَّ گِلَانَهُنَّ ۝ اس
مُتَكَبِّرُهُ بَرِيبٍ حَمِيقَتِي كَمْ ۝ اور اس ہر دو یہی تفصیلی کتاب ۝ اِبْرِهَمٌ
کَمْ سَهِ بَعِی مُرْتَبَتِي ۝ تَرِیْمَ تَطْرِمَسَکَلَمَیْنَ بَعِی سِيمِ مَا دَبَبَ نَرَبَتِ
حَمِيقَتِي سَکَمَیْلَتِي اور دَلَلَ دَنْصَلَنَوَرِبَ مَنَابَتِتِرَبَیْلَتِي ۝ سِيمِ مَتَكَبِّرُهُ
اَسَدِ جَوَرِبَ کَمْ سَیِّدِ بَرِبرِی طَرَحَ تَسِیدِنَ کَرَلَهُ ہوہ زَرَرَاسَ سَیِّدِ بَرِبرِی طَرَحَ
سَقَقَ ہوہ ۝ هَدَدَا مَا عَنْدِرِی وَالْعَلَمُ عَنْدَ دَشَبَهَانَهُ ۝ دَلَعَاهُ اَعْلَمَ دَاعَجَ

رَأْقَمْ اِنْدَرِسَلَمِي

جَهْرِ حَسَانٍ
ۖ ۝ رَسْعَدِیانَ اَنْخَطِلَعَ ۝ ۹۱۴۳۷
۲۸ مَعَنَیٰ ۝ ۲۰۱۶ م

مُلْكُهُ اَنْدَرِسَلَمِي

ذکرِ مجلسِ ترقیاتِ علماء پاکستان
مشیر و فاعلِ سرہنگی، نگاہِ ارشاد، نگارِ مدنی پاکستان
اکتساب و انتہائی تعلیم و ترقی، تعلیم و ترقی، تعلیم و ترقی

رجسٹری برائیت نیشنل برائیت نیشنل حکیم، مقرر کردہ دارالرازت اور مدد بھی حکومت پاکستان

حضرت مولانا مفتی حسام اللہ شریفی مدظلہ العالی اور ڈاکٹر محمد حسن رضوی کی طرف سے تائید کتاب کیلئے مقدمہ ہے

- رکن مجلس تحقیقات علوم قرآن و سنت رابطہ عالم اسلامی مکملہ
- ایڈیٹر ماہنامہ قرآن الہدیٰ کراچی (اردو انگریزی میں شائع ہونیوالا بین الاقوامی جریدہ)
- مشیر و فاقی شرعی عدالت حکومت پاکستان
- رہنماؤں پروف ریڈر برائے قرآن حکیم مقرر کردہ وزارت امور مذہبی حکومت پاکستان
- خلیف جامع مسجد تیادت کراچی پورٹ ٹرست ہیڈ آفس بلڈنگ کراچی
- مشیر شریعت اہلیت نقش پریم کورٹ آف پاکستان
- کتاب و سنت کی روشنی میں ہفت روزہ اخبار جہاں کراچی (جگ گروپ) ■ شیخ الشفیع مولانا احمد علی لاہوریؒ کی طرف سے 1962ء میں سوال کے مجاز جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَمْ يَجِدْ

اللّٰهُ رَبُّ الْعِزَّةِ نَفَّذَ اپنے پاکیزہ کلام میں اپنے خصوصی فرماں بردار بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے سورۃ الفرقان میں ارشاد فرمایا: وَالَّذِينَ اذَا ذَكَرُوا بِاِلْيَتْ رَبِّهِمْ لَمْ يَخْرُوْا عَلَيْهَا صَمَّاً وَعَمِيَّاً ۝ (سورۃ الفرقان آیت: 73) ترجمہ: اور وہ لوگ کہ جب ان کو ان کے رب کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ ان پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گر پڑتے۔ (بلکہ تدبیر و تفکر اور غور و فکر سے کام لیتے ہیں) یعنی جس طرح وہ اپنے دنیاوی معاملات میں اپنی عقل سلیم استعمال کرتے ہیں وہ دینی معاملات میں بھی اپنے سلیم الفطرت ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ کہہ کر نہیں چھوٹ سکیں گے کہ ہمیں فلاں مولوی صاحب نے یہ بتایا تھا ہم اس پر عمل کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہم نے تمہیں بھی عقل سلیم عطا فرمائی تھی، تم دنیاوی معاملات میں تو اس سے کام لیتے رہے حتیٰ کہ تم بزری بھی خریدنے گئے تو یہ دیکھتے رہے کہ بزری تازہ بھی ہے اور صاف سترہ اور اچھی بھی ہے کہ نہیں۔ کپڑا خریدتے وقت بھی تم اس کی اچھائی دیکھتے رہے۔ بیٹی کا رشتہ کرتے وقت بھی اپنے ہونے والے داماد میں تمام اچھائیاں ڈھونڈتے رہے۔ پھر تم نے دین کے معاملے میں ان سب باتوں کو کیوں نظر انداز کر دیا اب اس کا نتیجہ بھگتو۔ محترم گیلانی صاحب نے زندگی کے ایک انتہائی اہم معاملے ”طلاق“ پر عام روش سے ہٹ کر قرآن و سنت کے احکام پر تدبیر اور تفکر سے کام لیا اور اس اہم مسئلہ پر جدید انداز میں روشنی ڈالی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی میں برکت عطا فرمائے اور عامتہ اُلمسلمین کو ان سے فیضیاب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

خادم علوم قرآن و سنت محمد حسام اللہ شریفی - ۲۲ ذی القعده ۱۴۳۷ھ، 28 اگست 2016ء۔

تفسیر قرآن ڈاکٹر محمد حسن رضوی (مصنف: خلاصۃ التفسیر 30 جلد) خطیب و امام جماعت محفل شاہ خراسان کراچی
اسلامی اسکالر جناب سید عتیق الرحمن گیلانی صاحب نے طلاق جیسے مشکل موضوع پر بے حد دقيق تحقیق فرمائی اور مسلمانوں کو یہ بتایا ہے کہ طلاق دینا کوئی کھیل نہیں۔ اس کے شرائط ہیں اور ان کو پورا کرنا لازمی ہے۔ طلاق کا تعلق طلاق کے صیغوں یا الفاظ کے بعد عدالت کی مدت کے ساتھ ہے۔ افسوس ہے کہ بعض لوگوں نے طلاق اور حلال کو کھیل بنا کر اسلامی شریعت کو بدنام کیا ہے۔ خدارا! اس پر غور کیا جائے۔ حضرت مولانا مفتی حسام اللہ شریفی صاحب نے بھی اس تحقیق کی تائید فرمائی کر جو عفرمایا ہے۔ یہاں کی حق پرستی، شرافت نفسی اور تبخر علمی کی دلیل ہے۔ دیگر مفتیان دین نے بھی ان کی تحقیق کو سراہا ہے۔ قرآنی تعلیمات کو اجاگر فرمائی دین کا احیاء فرمایا ہے۔ اس کا اجر اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے۔ والسلام ڈاکٹر محمد حسن رضوی (کیم ستمبر 2016ء)

تین مرتبہ طلاق کا تعلق صرف پاکی کے ایام اور حیض کی عدت سے ہے

ارشاد: الطلاق مردانہ فاماں کا معروف اور تسریح باحسان "طلاق دو مرتبہ ہے، پھر معروف طریقہ سے روک لینا ہے یا احسان کیسا تحریخ خصت کرنا ہے"۔ دو مرتبہ کا مطلب خالی عدنہیں بلکہ اس میں فعل کی تکرار ہے۔ مثلاً 2 دو مرتبہ حلوہ کھایا، دو مرتبہ ملازم یا شریک رکھا، دو مرتبہ چھوڑ دیا، دو مرتبہ نکاح کیا، دو مرتبہ طلاق دی، دو مرتبہ رجوع کیا اور دو مرتبہ رخصت کیا، نہیں کہا جا سکتا کہ 2 حلوہ کھایا، 2 ملاقات کی، 2 طلاق دی، 2 رجوع کیا اور 2 رخصت کیا۔

اسلام، قرآن اور سنت کو حمایت کی انتہا کہا جائیگا کہ اوقات کا رکاع کیے بغیر کیسے کہا کہ بیوی کو رخصت کرنا یا طلاق دینا 2 یا 3 مرتبہ ہے؟، مگر مذہبی طبقہ نے اسلام کو حمایت کا مذہب بنا ڈالا، انکے نزدیک وقت کا تعین نہیں، ایک مرتبہ میں 3 طلاق کہا تو مخالف ہو جائیگی، ایک طلاق دی اور عدت کے بعد عورت نے دوسری شادی کر لی، تب بھی پہلے شوہر کے پاس دو مرتبہ طلاق کا حق محفوظ ہے، وہ شوہر نہیں رہا لیکن دو مرتبہ طلاق کا حقدار یاد و طلاقوں کی ملکیت کا حق رکھتا ہے۔

دو مرتبہ طلاق پھر معروف رجوع یا احسان کیسا تحریخ خصتی سے پہلے اللہ نے وضاحت کیسا تحریخ تینوں مرحلوں، مدتیں اور اوقات کا تعین کیا۔ المطلقات یتربعن بانفسهن ثلاثة قروء "طلاق والی عورتیں تین مرحلے تک خود کو انتظار میں رکھیں"، حیض آتا ہو تو تین مرحلے بنتے ہیں۔ حمل میں تین مرحلے کا کوئی تک بھی نہیں بنتا۔

جب حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو رسول اللہ ﷺ اس پر غضبناک ہوئے اور سمجھا یا کہ رجوع کرو۔ طہر (پاکی کی حالت) میں اپنے پاس رکھو، یہاں تک کہ حیض آجائے۔ پھر طہر کی حالت میں رہے یہاں تک کہ حیض آجائے۔ پھر طہر کی حالت میں چاہو تو رجوع کرلو اور چاہو تو ہاتھ لگائے بغیر طلاق دیدو۔ یہ وہ عدت ہے جس میں اللہ نے طلاق کا یہ حکم دیا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الشفیر سورہ طلاق) یہ واقعہ بخاری کی کتاب الاحکام، کتاب الطلاق اور کتاب العدت میں بھی ہے۔ حدیث صحیح میں رسول اللہ ﷺ کے غضبناک ہونے کا ذکر اس کی دلیل ہے کہ قرآن میں بات بالکل واضح تھی ورنہ نبی ﷺ کیوں کر غضبناک ہوتے؟۔

جس طرح روزہ ایک دن کیلئے ایک مرتبہ ہوتا ہے، اسی طرح طہر کے ایام میں پرہیز کا عمل ایک مرتبہ کی طلاق ہوتی ہے اور جس طرح روزے کی تکمیل رات سے ہوتی ہے اس طرح حیض سے عدت کی تکمیل ہوتی ہے۔ جس طرح دن رات میں ایک سے زیادہ مرتبہ روزہ رکھنا ممکن نہیں ہے، اس طرح طہر و حیض کے ایک مرحلہ میں ایک سے زیادہ طلاق اور عدت کا تصور نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ نے بالکل ٹھیک فرمایا کہ "تیرے حیض میں عورت گھر چھوڑ سکتی ہے، اسلئے کہ انتظار کے تین قروء کا زمانہ تین طہروں کا ہے"، حیض میں تو ویسے بھی مقاربت منع ہے۔ اگر عدت حمل میں ہو، حیض نہ آنے کی صورت میں تین ماہ کی عدت ہو، یا ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی جائے تو تین مرتبہ طلاق کی کوئی صورت بالکل بھی نہیں بن سکتی ہے۔

رجوع کا تعلق دو، تین مرتبہ طلاق نہیں عدت کی تکمیل سے ہے

دو مرتبہ الگ طہر و حیض میں طلاق دینے کے بعد اگر تیسرے طہر و حیض میں تیسرا مرتبہ بھی طلاق دیدی تو شوہر کیلئے رجوع کی گنجائش ہے؟۔ اہل تشیع والہ حدیث سمیت سب کا اتفاق ہے کہ شریعت کی پہلی دلیل قرآن، دوسرا سنت اور پھر اجماع اور قیاس کا درجہ ہے۔ کیا قرآن و سنت کے عکس نامنہاد اجماع و اتفاق کوئی دلیل ہے؟۔ ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا: وَبِعَوْلَتِهِنَّ أَحَقُّ بِرِدْهَنْ فِي ذَلِكَ أَنْ ارْادُوا اصْلَاحًا "اور انکے شوہر اس مدت میں انکو لوٹانے کا حق رکھتے ہیں بشرطیکہ صلح کرنے کا پروگرام ہو"۔ ایک ساتھ تین طلاقیں دی ہوں یا الگ الگ طہر و حیض میں تین مرتبہ طلاقیں دی ہوں، اس بحث کو اللہ نے بالکل سوچنے کے قابل بھی نہ چھوڑا، چنانچہ رجوع کا تعلق ہی عدت کی تکمیل سے جوڑ دیا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اللہ نے یہ کیوں فرمایا کہ ”طلاق دو مرتبہ ہے، پھر معروف طریقہ سے رجوع یا احسان کیسا تھا رخصت کرنا؟“؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تیسرے مرحلہ کے بعد عورت دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے، اسلئے آخری مرحلے کو شوہر کیلئے فیصلہ کن قرار دیا لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تیسرے مرحلہ کی طلاق کے بعد رجوع کا دروازہ ہی بند ہو جاتا ہے۔ تیسرے مرحلے تک عورت دوسری جگہ شادی نہ کرنے کی پابند ہے، یہ اسی کی وضاحت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بار بار یہ وضاحت کی ہے کہ طلاق سے رجوع کا تعلق عدت کی تکمیل سے ہے اذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن سورۃ بقرہ آیت 231 آیت 232 سورۃ طلاق آیت 2۔ ان آیات میں ان الفاظ سے وضاحت ہے کہ جب تم عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو معروف طریقہ سے رجوع ہو سکتا ہے۔ عدت کے تین مراحل میں تین مرتبہ طلاق کا تعلق عملی طلاق سے ہے، یہ نہیں کہ ایک طلاق دیدی اور باقی دو طلاقیں جیب میں رہ گئیں۔ پہلے دوسرے اور تیسرے مرحلہ میں پہلی، دوسری اور تیسرا مرتبہ کی طلاق ایک تسلسل کا عمل ہے جس کا تعلق صرف طہر و حیض ہی کی عدت سے ہے، رسول ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ طہر کی حالت میں پرہیز کا عمل یہاں تک کہ حیض آجائے ایک مرتبہ کی طلاق ہے، دوسری تیسرا مرتبہ کی طلاق طہر و حیض کا مسلسل عمل ہے، رسول ﷺ نے فرمایا کہ تسریح باحسان تیسرا طلاق ہے۔ علماء کرام سے صرف اتنی گزارش ہے کہ قرآن کی آیات کا ترجمہ ہی کھلے دل سے دیکھ لیجئے۔

معروف طلاق، معروف رجوع کے مقابلہ میں منکر رجوع و منکر طلاق

امت کا فرض ہے کنتم خیر امة اخر جت للناس تأمورون بالمعروف و تنهون عن المنکر "تم بہترین امت ہو، لوگوں کیلئے نکالی گئی ہو، معروف کا حکم کرتے ہو اور منکر سے روکتے ہو"۔ رسول ﷺ سے خاتون نے پوچھا کہ "میرے شوہرنے مجھ سے ظہار کیا، میری پیٹھ کو اپنے اوپر اپنی ماں کی پیٹھ قرار دیا" یہ سخت ترین طلاق سمجھی جاتی تھی۔ نبی ﷺ کا نتوی حساس مذہبی مسئلہ کے حوالے سے وہی تھا جو راجح الوقت ماحول میں چل رہا تھا، کہ آپ شوہر کیلئے حرام ہو چکی ہو، "وَهُنَّبَرَّةٌ مُّؤْمِنَاتٍ" سے مجادلہ کر رہی تھی اور اللہ سے شکوہ کر رہی تھی، "اللہ نے واضح فرمایا" ماں وہ ہے جس نے تمہیں جنا ہے، ظہار سے

عورت مان نہیں بنتی، راجح مذہبی مسئلہ جھوٹ اور منکر قول ہے۔ اہلسنت کے درست عقیدے کیلئے قرآن کی سورہ مجادلہ بڑی بنیاد ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی رہنمائی وحی کے ذریعے ہوئی ہے تو وحی کا سلسلہ بند ہونے کے بعد ایسے امام کی گنجائش نہیں رہتی بلکہ خاص ماحول کے نتیجے میں اسکا جھوٹ پر یقین اور قول منکر بھی ہو سکتا ہے۔ وہ یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ رسول ﷺ کے مقابلہ میں ایک عام خاتون کی بات کو اللہ نے درست قرار دیا مگر امام کی حیثیت اتنی بڑی ہو کہ اسکے مقابلہ میں ایک عام آدمی کی بات درست نہ ہو سکتی ہے۔ اہل تشیع کو اپنے ائمہ کے بارے اعتقادات کے موقف پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

اللہ نے بار بار معروف کا حکم دیا: فاما ساک بمعرفہ "معروف رجوع" 229 بقرۃ۔ اذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فامسکوہن بمعرفہ او سرحوہن بمعرفہ "جب تم نے عورتوں کو طلاق دی اور وہ اپنی عدت کو پہنچ کریں تو معروف طریقہ سے روکو یا معروف طریقہ سے چھوڑ دو۔ 231 بقرۃ۔ اذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن تعضلو هن اذا تراضوا بینہم بالمعروف "جب تم نے عورتوں کو طلاق دی اور وہ اپنی عدت کو پہنچ کریں تو انکو انکے شوہروں سے نکاح سے مت روکو، جب وہ معروف طرح آپس میں راضی ہوں" 232 بقرۃ اذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فامسکوہن بمعرفہ او فارقوہن بمعرفہ "تم جب اپنی عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو ان کو معروف طرح سے روکو یا معروف طرح سے الگ کر دو" سورة طلاق آیت 2۔ معروف رجوع یا معروف طلاق کیا ہے؟۔ عام لوگ بخوبی معروف سے واقف ہیں۔ اللہ نے قرآن میں فرمایا: وان خفتہ شفاق بینہم فابعثوا حکما من اهله و حکما من اهله اوان یریدا اصلاحا یوفق الله بیهندما "اور اگر تمہیں خوف ہو کہ دونوں میں جدائی ہو جائیگی تو ایک حکم شوہر کے خاندان سے اور ایک حکم بیوی کے خاندان سے تشکیل دو، اگر دونوں صلح چاہتے ہوں تو اللہ دونوں میں موافقت پیدا کر دیگا"۔ یہ معروف رجوع یا طلاق ہے۔ منکر رجوع کیا ہے؟۔ امام شافعی کے نزدیک رجوع کیلئے نیت شرط ہے، رجوع کی نیت نہ ہو تو عدت کے دوران شوہر بیوی سے ہم بستری بھی کر لے تو رجوع ثابت نہیں جبکہ حنفی مسلک میں رجوع کیلئے نیت ضروری نہیں، جب عدت کے دوران غلطی سے شہوت کی نظر لگ جائے تب بھی رجوع ہوگا، شوہر رجوع نہ کرنا چاہے تو دروازے پر دستک دے تاکہ غلطی سے شہوت کی نظر نہ پڑ جائے کیونکہ پھر رجوع ثابت ہوگا اور معاملہ گھبیر ہو جائیگا۔ اگر اس نے دستک دی تو شوہر بری الذمہ ہوگا۔ کتاب "احکام طلاق" مصنف حبیب الرحمن، شائع کردہ ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔ فتاویٰ کی معتبر کتابوں میں لکھ دیا کہ "نیند میں شہوت سے ہاتھ لگے تو رجوع ہوگا، سوال یہ ہے کہ نیند میں مرد کی شہوت معتبر ہوگی یا عورت کی؟۔ جواب یہ ہے کہ مرد کی بھی اور عورت کی بھی معتبر ہوگی"۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ گدھا! نیند میں شہوت سے ہاتھ لگنے کا کیا پتہ چلے گا؟، عورت کی طرف سے شہوت سے ہاتھ لگانا کیسے معتبر ہو سکتا ہے؟۔ رجوع کیلئے منکر تین صورتوں پر الوکے پھوٹوں کو بھی نہیں آتی ہے۔

طلاق کی بہت منکر صورتیں ہیں۔ صریح و کنایہ الفاظ پر طلاق کے واقع ہونے کو دیکھ لیا جائے تو اسلام، انسانیت اور یہودیت بھی شرمندہ ہو جائے۔ مثلاً بیوی کو حرام کہا جائے تو یہ لفظ کنایہ ہے اور ایک کی نیت ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی اور تین کی نیت کی جائے تو تین طلاق واقع ہوگی، نیت تین کی ہو لیکن شوہر جھوٹ بولے تو بھی تین طلاق ہوگی مگر قاضی ایک طلاق کا حکم دیگا۔ کنایہ کی بہت صورتیں ہیں۔ دیوار پر طلاق لکھنا بھی کنایہ طلاق ہے۔ یہ صورتیں بڑی مضمونی خیز ہیں جنکا قرآن و سنت، فطرت و عقل سے کوئی تعلق نہیں۔ طلاق کا واقع ہونا تاکہ عورت عدت کے بعد دوسرا جگہ شادی کر سکے الگ بات ہے اور صلح پر پابندی اور حلالہ کیلئے ان صورتوں کی ایجاد اتنا درجے کے منکرات ہیں۔ جس سے معاملات بہت بگڑتے ہیں اور اسلام میں اس کی بالکل کوئی گنجائش نہیں ہے۔ رب کریم ان علماء و مفتیان کو عقل اور غیرت دیدے۔ آمین ثم آمین

احسن طلاق شیطان کا بڑا حرہ (جس کی بنیاد پر طلاق بدعت کی خود ساختہ گنجائش نکلی)

ابن عمرؓ کے واقعہ میں رسول ﷺ نے قرآن کی تفسیر واضح کر دی۔ تین طہر کو تین مرتبہ طلاق کا واضح عمل بتایا۔ جیسے دن کو روزہ رکھا جائے یہاں تک کہ رات سے روزہ مکمل ہوتا ہے۔ بخاری کی اس معروف روایت میں دو مرتبہ طہر و حیض کے بعد تیسرا طہر میں تیسرا طلاق ہے۔ یکجاں طلاقوں کے بعد رجوع کی گنجائش نہ ہونے کا تصور آیا تو یہ حیلہ سامنے آیا کہ ”عدت میں تین طلاق کی بجائے بہتر یہ ہے کہ ایک طلاق دی جائے تاکہ جب میاں بیوی سے تعلق دوبارہ استوار کرنا چاہے تو رجوع کی گنجائش رہے۔“ اس طلاق کو حسن قرار دیا گیا اور سب کیلئے یہ ایک پسندیدہ صورت بن گئی۔ فقهاء کے علاوہ پرویز، عامدی اور ڈاکٹر ذاکرنا نیک بھی اسی دامن فریب کا شکار ہو گئے۔ قال اللہ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ مِّنْ قَبْلِكُمْ فَرِيزْ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ (آیت 34 لِنَخْلُ) ”اللہ کی قسم! آپ سے پہلے ہم نے امتوں کی طرف بھی رسول نجیع دیئے تھے اور پھر ان امتوں کیلئے شیطان نے ان کے اعمال کو مزین کیا تھا۔“

جب انسان لاپچ میں بات قبول کرتا ہے تو اسکے نتیجے میں بھی پھنس جاتا ہے جیسا کہ پرندہ کسی شکاری کا دانہ چک لے تو وہ شکار ہو جاتا ہے۔ بظاہر بات بڑی عمدہ ہے کہ امت مسلمہ کو اس احسن طلاق سے ریlef مل سکتا ہے لیکن اسکے پیچھے شیطان کا بہت بڑا جال ہے۔ انسان کا ذہن اپنے مفاد میں یہ قبول کر لیتا ہے کہ زندگی میں کم از کم دو مرتبہ طلاق کے بعد رجوع کا موقع ملے اور یہ اللہ کی طرف سے صلہ رحمی کی رعایت اور علماء و فقهاء کی بڑی مہربانی ہے کہ ہمارے لئے آسانی کا دروازہ کھول دیا۔ اس کے پیچھے شیطان لعین نے جس طرح کافریب کیا ہے لوگوں کو اس کا پتہ نہیں چلا اور فریب کے جال میں اس بری طرح پھنس گئے کہ آج تک نکل نہیں پا رہے ہیں۔

چنانچہ معروف حدیث کے مقابلہ میں ایک ضعیف حدیث لائی گئی کہ رسول ﷺ نے فرمایا ”ایک شوہر اپنی بیوی کو ایک طلاق دیکر چھوڑ دیتا ہے، اسکی دو طلاقوں باقی رہتی ہیں، عورت دوسرا جگہ شادی کر لیتی ہے۔ پھر اس کو دوسرا شوہر طلاق دے اور وہ پہلے شوہر سے شادی کر لیتی ہے تو یہ پہلا شوہر اپنی سابقہ بقیہ دو طلاقوں کا ہی مالک ہو گا۔“ ضعیف حدیث کا مسئلہ

ہوتا تو پوری امت مسلمہ اس کو رد کر دیتی کہ معروف حدیث کے مقابلہ میں اس کی کیا حیثیت ہے؟، مگر احسن طلاق کی صورت نے اس جال کو کامیاب بنانے کی راہ ہموار کر لی تھی۔ اللہ کا فرمان واضح تھا کہ ”طلاق دو مرتبہ ہے، پھر معروف رجوع یا احسان کیسا تھر خصت کرنا“، یہ رسول اللہ ﷺ کے نام پر قرآن میں تحریف کا ارتکاب تھا۔ دو مرتبہ کی طلاق کے بجائے ایک طلاق بھی کافی اور ایک طلاق کے بعد دو طلاقوں کی ملکیت کے باقی ہونے کا شرمناک و خوفناک تصور کیسے ہو سکتا ہے؟۔

حدیث کو ضعیف قرار دینا کوئی بڑی بات تھی؟، ضعیف ومن گھڑت روایات کا سلسلہ کم نہیں تھا مگر شیطان کا اصل وارتو قرآن اور معروف حدیث کو اس ضعیف حدیث سے ہدف بنانا مقصد ہی نہ تھا، یہ تو ایک ڈھال تھی جسکے پیچے تیر کش کے اصل وار دوسرا ہے تھے۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہؓ کے شاگرد علامہ ابن قیمؓ کی کتاب ”زاد المعاو“ میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا گیا لیکن اکابر صحابہؓ کے نام منسوب کر کے لکھا ہے کہ ”حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت علی ابن ابی طالبؓ، حضرت ابی کعبؓ حضرت عمران بن حصینؓ وغیرہ اکابر صحابہؓ یہ مسلک رکھتے تھے کہ بیوی کو ایک طلاق دی جائے اور پھر اس کی دوسری جگہ شادی ہو جائے اور پھر طلاق کے بعد پہلے شوہر سے شادی ہو جائے تو شوہر بقیہ دو طلاقوں کا مالک ہو گا۔ البتہ اساغر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ کی رائے یہ تھی کہ جدید نکاح پر پہلا شوہر تین طلاق کا مالک ہو گا، پہلی رائے کو امام مالکؓ، امام احمد بن حنبلؓ، امام شافعیؓ اور محمد بن حنفیہؓ گئے ہیں۔“

کوئی سیدھی بات کر دیتا کہ رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے ضعیف اور من گھڑت حدیث کے امکان کو رد نہیں کیا جاتا تو صحابہؓ کی طرف بھی جھوٹے مسلکوں کی نسبت کی جاسکتی ہے۔ اگر اختلاف نہیں اتفاقی رائے ہوتی تو بھی صحابہؓ کی طرف منسوب یہ بھوٹڈی رائے مسترد ہوتی، شیطان کی سب سے بڑی چال صحابہؓ کی طرف اس بھوٹڈے اختلاف کی نسبت تھی اور پھر فقه کے اماموںؓ اور محدثینؓ کی طرف اس کی نسبت نے مزید شیطان کے داؤ کو مضبوط بنادیا ہے۔ قرآن کی آیات پر جب روایات میں لغو قسم کے اختلافات اور بکواسات نقل کئے گئے ہیں تو کیا کیا گل اور نہیں کھلائے گئے ہو گئے؟۔ حنفی اصول فقه میں بھی امام ابوحنیفہؓ اور انکے شاگرد کا اختلاف ہے کہ پہلا شوہر دوبارہ نکاح کے بعد بقیہ دو طلاق کا مالک ہو گا یا تین طلاق کا؟۔ طلاق کی ملکیت کا یہ تصور قرآن و سنت اور عقل و فطرت کے بالکل منافی بلکہ دنیا کا سب سے انوکھا عجوبہ ہے۔

حضرت عمر فاروق عظیمؓ کا زبردست فیصلہ اور حضرت علیؓ کی تائید

جادل علماء و مفتیان کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ حضرت عمرؓ، صحابہؓ اور ائمہ اربعہؓ کا قرآن و سنت کے واضح احکام سے انحراف و روگردانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن اگر بالفرض انہوں نے علمی، غلط فہمی اور منکر کو معروف سمجھ کر یہ کارنامہ انجام دیا بھی ہو تو وہ قرآن اور سنت کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ حلالہ کی لعنت کے متواں فقهاء نے بد نیتی سے ان کی غلط وکالت کی ہے یا مخصوصاً حماقت کا مظاہرہ کیا ہے؟۔ بہر حال قرآن و سنت کے واضح احکام کا نعم المبدل دین کی تحریف اور فطرت و عقل سے اعراض و روگردانی نہیں ہے۔ اگر پاک فوج نے اعلیٰ قیادت کے زیر اہتمام شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی اور شیخ

الاسلام پر و فیسر طاہر القادری کو حکم دیدیا کہ ان دلائل پر غور کر کے نتیجہ اخذ کر کے بتا دیں تو نظریاتی فتح سے پاکستان و ہندستان بلکہ دنیا میں اسلامی انقلاب کا آغاز ہو جائیگا۔ عرب و محمد ایک ہونگے اور کشمیر کی آزادی کوئی مسئلہ ہی نہ رہیگا۔

حضرت آدمؐ کے بیٹے قابیل نے ہاتھیل کو عورت کے مسئلہ پر شہید کیا تھا، جب سے اب تک عورت ایک صرف نازک کمزور اور اپنے حقوق سے محروم رہی ہے۔ شوہر بیوی کو طلاق دے تو بیوی کو اپنا مستقبل جتنا مندوش نظر آتا ہے، اس کا اندازہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں مجادلہ کرنے والی خاتون کے جذبے سے لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ اس خاتون حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ کے احترام میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے زیادہ حق مہر پر پابندی لگائی تو ایک بڑھیا نے ٹوک دیا کہ ”تم کون ہو! ہمارا حق غصب کرنے والے“، حضرت عمرؓ نے اعتراف کر کے اپنا فیصلہ واپس لیا اور فرمایا اخاطاء عمر و اصابات المرأة ”عمر نے غلطی کی اور عورت درست بات تک پہنچی“، چند واضح امور کو سمجھنے کی بہت ضرورت ہے۔

1: رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے شروع دور تک قرآن و سنت کی مطابق تین طلاق کا تعلق عدت کے تین ادوار سے تھا، پہلی مرتبہ طلاق پہلے طہر میں دوسری مرتبہ دوسرے طہر میں تیسری تیسرے طہر میں، ایک مجلس کی تین طلاق کو بھی ایک سمجھا جاتا تھا۔ جب ایک خاتون نے پہلے طہر و حیض، دوسرے طہر و حیض اور تیسرے طہر کے بعد تیسرے حیض میں شوہر سے علیحدگی اختیار کر لی تو لوگوں نے کہا کہ یہ غلط ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ٹھیک کیا ہے۔ عورت کیلئے انتظار کے تین قروء اصل میں تین طہر ہیں۔ تین روزوں کی طرح تین طہروں میں پہیز ایک عام معمول رہا جس پر اختلاف نہ تھا۔

2: حضرت عمرؓ کے دور میں فتوحات کے دروازے کھلے، شوہر بیوی کو تین طلاق دیتا اور پھر رجوع کر لیتا، کسی کو اعتراض نہ ہوتا تھا، جب خواتین زیادہ تعداد میں شکایت کرنے لگیں اور وہ رجوع پر بھی آمادہ نہ ہوتی تھیں تو حضرت عمرؓ نے شوہر سے تین طلاق پر رجوع کا حق چھینے کا اعلان کیا، معمول یہ تھا کہ تین مرتبہ طلاق کا تعلق عدت سے تھا اور باہمی رضا سے قرآن کے مطابق رجوع کی گنجائش تھی۔ حضرت عمرؓ نے تین طلاق ایک ساتھ کا حکم نافذ کر دیا تو یہ قرآن و سنت کو منسوخ کرنے کا اعلان نہ تھا اسلئے کوئی صلح کے بغیر شوہر کو رجوع کا حق حاصل نہ تھا اور نبی ﷺ نے فرمایا: طلاق سنجیدگی اور مذاق میں معتبر ہے۔

3: حضرت عمرؓ نے ایک ساتھ تین طلاق پر شوہر سے رجوع کا حق چھین لیا، حالانکہ عدت کے تین مراحل کی تکمیل پر رجوع کا حق اسلئے ختم تصور ہوتا تھا کہ اسکے بعد عورت دوسری جگہ بھی شادی کر سکتی تھی۔ و بعولتھن الحق بردهن فی ذلک ان ارادوا اصلاحاً ”اور انکے شوہر ہی ان کو لوٹانے کا حق رکھتے ہیں اس مدت میں بشرطیکہ صلح کا پروگرام ہو“۔ یہ بھی ایک کھلی حقیقت تھی کہ شوہر کو عدت میں رجوع کا یک طرف حق حاصل نہ تھا۔ اگر مرحلہ وار تین مرتبہ طلاق دی جائے تو بھی باہمی رضامندی سے رجوع کا حق ختم نہیں ہوتا۔ حضرت عمرؓ کے اس اقدام سے یہ غلط تصور لیا گیا کہ باہمی رضامندی سے بھی عدت میں رجوع نہیں ہو سکتا۔ پھر اس پر نہ صرف ایک ساتھ تین طلاق کا حکم لگایا گیا بلکہ حلالہ کے بغیر شوہر کیلئے حرام قرار دیکر قرآن و سنت کے منافی بالکل بے بنیاد عمارت کھڑی کی گئی۔ اس کو علماء کے مقابلے میں جدید تعلیم یافتہ بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

4: حضرت عمرؓ کے فیصلے سے حضرت علیؑ اور ابن عباسؓ نے اسلئے اختلاف کیا کہ باہمی رضامندی سے رجوع کا دروازہ کھلا رہے ہیں مگر جب کوئی فتویٰ پوچھتا تو شوہر کو حق رجوع کھونے کا فتویٰ اسلئے دیا جاتا تھا کہ عورت راضی نہ ہوتی تھی اور حکومت بھی عورت کیسا تھکھڑی ہوتی تھی۔ یہ تقیہ نہیں تقویٰ تھا، اسلئے کہ اگر شوہر کو پھر بھی رجوع کا حق دیا جاتا تو عورت عدالت کے بعد بھی دوسرا شادی نہ کر سکتی تھی، یہ حضرات عدالت تک باہمی رضامندی سے رجوع کا دروازہ کھلا رکھنے کے حق میں تھے۔

حضرت عمرؓ کا فیصلہ قرآن کے منافی نہیں، عدالت ایک ساتھ گزارنے کا حکم ہے مگر جب خطرہ ہو کہ مصلحت ساتھ رہنے میں نہیں، تو فاطمہ بنت قیسؓ نے نبی ﷺ کے حکم پر عدالت کسی اور کے گھر میں گزاری۔ اگر شوہر کیخلاف عورت عدالت پہنچے تو اس کے نتیجہ میں عدالت کے اندر اس پر بدترین تشدد بھی ہو سکتا ہے۔ باہمی رضامندی سے صلح پر پابندی اور حلالہ کا حکم قرآن سے بغاوت ہے۔ حضرت عمرؓ نے عورت کی طرف سے راضی نہ ہونے کی وجہ سے شوہر سے رجوع کا حق درست چھینا تھا۔

مفتي محمد تقى عثمانی کا حضرت عمرؓ، قرآن اور امام ابوحنیفہؓ سے اخراج

دارالعلوم کراچی کے فتویٰ میں مفتی عصمت اللہ صاحب نے لکھا ہے جسکی مفتی تقى عثمانی نے تائید کی ہے اور اسکی فوٹو کا پیاں جامعہ حمادیہ وغیرہ سے بھی لوگوں کو دی گئیں کہ ”حضرت عمرؓ سے پہلے رسول ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے دور میں لوگ دیانتدار تھے، کوئی بیوی سے طلاق، طلاق، طلاق تین مرتبہ کہہ دیتا تو اس کی نیت کا اعتبار کیا جاتا، اس کی ایک طلاق کی نیت ہوتی تو رجوع کا حق دیا جاتا تھا اور تین طلاق کی نیت ہوتی تو رجوع کا حق نہیں دیا جاتا تھا، حضرت عمرؓ کے دور میں لوگ بد دیانت ہو گئے، اس وجہ سے حضرت عمرؓ نے فیصلہ کیا کہ اب نیت کا اعتبار نہ ہوگا، جو ایک ساتھ تین طلاق دے گا، ہم اس کو اس پر نافذ کر دیں گے۔“ (فتاویٰ اور دارالعلوم کی مہرو و دستخط)

مفتي تقى عثمانی نے مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب ”بہشتی زیور“ کو مبتدی اور مشتملی کیلئے بڑا تخفہ قرار دیا ہے، اس میں بھی یہی لکھا ہے کہ ”مسئلہ: آدمی نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ طلاق طلاق طلاق تو تین طلاق واقع ہو گئیں لیکن اگر اس کی نیت ایک طلاق کی تھی تاکید کی وجہ سے اس کو دھرا یا تو پھر ایک طلاق واقع ہوئی، مگر عورت پھر بھی سمجھے کہ اس کو تین طلاق واقع ہو گئیں،“ (بہشتی زیور)، بریلوی مکتبہ فکر کی کتاب ”بہار شریعت“ میں بھی یہی مسئلہ لکھا گیا ہے۔

شوہر کو رجوع کا حق حاصل ہو تو عورت اسکے نکاح میں ہوگی اور عورت کو فتویٰ دیا جائے کہ وہ سمجھے کہ تین طلاق واقع ہو گئیں، تو اس بے غیرتی، بد فطرتی، انسانیت سوزی، اسلام دشمنی کا نتیجہ کیا ہوگا؟۔ شوہر تشبیہ کرتا پھرے گا کہ میں نے رجوع کر لیا، فتویٰ یہ ہے کہ وہ میرے نکاح میں ہے، عورت تشبیہ کرے گی کہ مجھے تین طلاق دے چکا، میں فارغ ہو گئی ہوں دوسرے سے نکاح نہ کیا تو میں اس کیلئے حلال نہیں ہوں۔ حضرت عمرؓ اور صحابہؓ کے اجماع کو مان لیتے تو بھی یہ بے غیرتی کا فتویٰ نہ دیا جاتا، قرآن کی بات مان لیتے کہ صلح کی شرط پر رجوع ہو سکتا ہے تو بھی اس بد فطرتی کا مظاہرہ نہ ہوتا، حضرت امام ابوحنیفہؓ کے فتویٰ کو مان لیتے تب بھی یہ اسلام دشمنی کی انتہاء نہ ہوتی۔ امام ابوحنیفہؓ نے چار ماہ تک عورت کے پاس نہ جانے کو

طلاق کا عزم قرار دیا تھا۔ گویا قرآن میں وضاحت ہے کہ اگر طلاق کا اظہار کیا جائے تو اس کی عدت حیض آنے کی صورت میں تین قروء (طہر و حیض کے تین مرحلے) اور حیض نہ آتا ہو تو پھر انتظار کی عدت تین ماہ ہے لیکن اگر شوہر طلاق کا اظہار نہیں کرتا اور اس سے ناراضگی بھی ہے، ازدواجی حقوق بھی ادا نہیں کرتا تو کیا جب تک طلاق کا اظہار نہ کرے، زندگی بھر عورت حق سے محروم ہو کر اس کیلئے بیٹھی رہے گی؟۔ اپنے حق کیلئے عدالت کے دروازے پر دستک دینی پڑے گی؟۔ یہ کیا بات ہے کہ شوہر کے منہ سے الفاظ نکلتے ہیں اور مفتی فتوی دیتا ہے کہ طلاق مغلظہ ہو گی حالہ کے بغیر چار نہیں، کیا عورت کا کچھ حق نہ تھا؟۔ اللہ نے سب سے پہلے عورت کے حق کی نہ صرف وضاحت کی ہے کہ ”چار ماہ کا انتظار ہے“ بلکہ شوہر کی پکڑ بھی ہو گی۔ عربی میں ایک دائن جانب کو کہتے ہیں، جس سے حلف مراد ہے۔ پشتوز باں میں بھی یہ رسم ہے۔ بیوی سے نہ ملنے کے حلف کو ”ایلاء“ کہتے ہیں، ایلاء کسی اور حلف کیلئے نہیں آتا، بیوی کو خود پر حرام قرار دیا جائے تو یہ بھی حلف اور ایلاء ہے۔ جس کا مطلب باقاعدہ طلاق کا اظہار نہیں، اللہ نے سب سے پہلے اس عدم اظہار کی صورت میں عملی طلاق کا مسئلہ واضح کر دیا اور اگر ان آیات کا فطری، سادہ مفہوم سمجھ لیا جائے تو طلاق پر بیشمار قسم کے بیہودہ قسم کے اختلاف مکڑی کا جالا ثابت ہو گے۔ امام ابوحنیفہ درخشنده ستارے کی طرح نشانِ منزل تھے مگر ثریا کی جھرمٹ اور کھشاوں کے درمیان کسی ستارے سے سورج کا کام تو نہیں لیا جاسکتا، امام ابوحنیفہ نے فرمایا ”چار ماہ تک شوہر کا بیوی کے پاس نہ جانا طلاق کا عزم ہے“۔ جمہور ائمہ نے کہا کہ ”عزم سے طلاق نہیں ہوتی“۔ یہ اختلاف علامہ ابن تیمیہ کے شاگرد علامہ ابن قیم نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”زاد المعاو“ میں بھی نقل کیا ہے۔ بنیادی طور پر امام ابوحنیفہ کے موقف کا اقرب الی الحق ہونے میں کوئی شبہ بھی نہ تھا اسلئے کہ اگر چار ماہ انتظار کے باوجود بھی انتظار ہی کرنا پڑے تو پھر نعوذ باللہ ممن ذلک قرآن کی یہ بات بالکل لغو اور بے معنی ہو جاتی ہے کہ ”ایلاء کی صورت میں 4 ماہ کا انتظار ہے“۔ البتہ فقہاء نے قرآن اور امام ابوحنیفہ کے موقف کی درست ترجمانی نہیں کی، اسلئے کہ اگر 4 ماہ انتظار کو عملی طلاق قرار دیا جاتا تو لوگوں کو قرآن کی واضح بات سمجھ میں آ جاتی۔ 4 ماہ کے انتظار کے بعد پھر طلاق اور عدت کا انتظار ”عدت پر عدت“ کا بالکل غلط تصور ہے۔ اس طرح تو عورت کی عدت کا خود ساختہ تصور بہت بڑھ جائیگا۔ قرآن میں عدت ہی کیلئے تو انتظار کے الفاظ آئے ہیں۔

شوہر بیوی کی طلاق کا مالک نہیں ہوتا بلکہ نکاح کی گرہ اسکے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ جب زبان کے الفاظ یا عمل سے نکاح کی گرہ ختم کی جائے تو اللہ نے اسکی تمام حدود تفصیل سے واضح کی ہیں، طلاق کے عزم کا اظہار نہ ہو تو ناراضگی کے عمل میں 4 ماہ کا انتظار ہے، پھر باہمی رضامندی سے صلح کر لی تو بھی اسکا جواز ہے لیکن عورت اس سے زیادہ انتظار کی پابند نہیں، جیسے شوہر کی وفات کے بعد یوہ 4 ماہ 10 دن عدت کی پابند ہے اور پھر اختیار ہے کہ وہ چاہے تو کسی اور سے شادی کرنے کی مجاز ہے لیکن اگر وہ کسی اور سے شادی نہ کرے تو اپنے شوہر سے ناطنہ ٹوٹے گا، جب تک سورج چاندر ہیگا نہیں بلکہ قیامت تک شوہر کا نام رہے گا۔ یوم یفرالمرء من اخیه و امه و ابیه و صاحبته و بنیہ ”اس دن آدمی فرار ہو گا اپنے بھائی سے،

اپنی ماں سے، اپنے باپ سے، اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے۔ یہ علماء و فقهاء کی خود ساختہ منطق ہے کہ ”میاں بیوی میں سے ایک کا انتقال ہو گیا تو وہ ایک دوسرے کیلئے اجنبی بن جاتے ہیں اسلئے کہ طلاق پڑ جاتی ہے۔“

بیوہ چار ماہ دس دن کے بعد زندگی بھر دوسری شادی نہ کرے تو 15، 20 سال کے بعد جب کسی بڑے مولانا، مفتی عظیم، فقیہ العصر، محدث العصر، شیخ الاسلام اور شیخ الحدیث کی بیوہ کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ ”زوجہ فلاں مولانا، مفتی وغیرہ“ کی تختی لگائی جاتی ہے۔ مفتی محمود اور مولانا شاہ احمد نور ایشی کی محترمہ ازواج کی تختیاں اپنے شوہر کے نام سے لگائی گئیں۔ وہ تربت کے بلوچ، شکار پور کے سندھی اور کراچی کے مہاجر جو شریعت پر عمل کرتے ہیں، میاں بیوی میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے تو دوسرے کو اس کیلئے اجنبی تصور کرتے ہیں۔ یہ تو ممکن ہے کہ بیوہ کی عدت پوری ہو جائے تو وہ دوسری شادی کر لے لیکن جب بیوی کا شوہر کی زندگی میں انتقال ہو تو یہ تعلق بالکل امر ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ ”اگر میری زندگی میں تیرا انتقال ہو جائے تو میں اپنے ہاتھوں سے تجھے غسل دوں گا“، حضرت فاطمہؓ کے انتقال پر انکے شوہر حضرت علی بن ابی طالبؑ نے غسل دیا۔ حضرت ابو بکر بن ابی قحافہؓ کے انتقال پر آپؐ کی زوجہ حضرت ام عمیسؓ نے ان کو غسل دیا۔ بہشتی زیور میں فقہ حنفی کا مسئلہ ہے کہ ”شوہر کا انتقال ہو جائے تو بیوی غسل دے سکتی ہے مگر بیوی کا انتقال ہو تو شوہر ہاتھ نہ لگائے“۔ روزنامہ جنگ ”آپ کے مسائل اور انکا حل“ میں جامعہ بنوری ناؤں کراچی کے مفتی سعید احمد جلال پوریؒ نے لکھا کہ ”میاں بیوی میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو وہ دوسرے کا چہرہ اسلئے نہیں دیکھ سکتے کہ ایک دوسرے کیلئے اجنبی بن جاتے ہیں“۔ امت مسلمہ کو جہالت کے اندر ہیروں میں ”جاہل مفتیوں“ نے رکھا ہے۔

قرآن میں طلاق کا پہلا جملہ وان عزموا الطلاق ”اگر انہوں نے طلاق کا عزم کیا“، ہے اور اس پر بھی حنفی اور جمهور فقهاء کے درمیان اختلاف ہے کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟۔ فقهاء کو چار ماہ کی طویل مدت نظر نہ آئی اور طلاق کے اس جملے پر بھڑ گئے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ”جیسے حلال جانور ذبح کرنے کے بعد اس کا گوشت چھوڑ دیا جائے اور ہڈی پر لڑائی ہو جائے“۔ اللہ تعالیٰ نے طلاق کے احکام میں پہلی حد بندی عملی طلاق میں 4 ماہ کے ذریعہ کر دی۔ دوسری حد بندی طلاق کے اظہار کی صورت میں تین ادوار (طہر و حیض) کے انتظار کی صورت میں کر دی، اور اس میں بھی باہمی صلح سے عدت میں شوہر ہی کیلئے رجوع کا حق باقی رکھا اور بیوی کو انتظار کا پابند بنا دیا۔ اس سے بڑھ کر شوہر کا کیا درجہ ہو سکتا ہے کہ شوہر طلاق دے اور عورت انتظار کرے؟۔

فقہاء نے عورت کا حق ملحوظ خاطر نہ رکھا، اسلئے بحث کی کہ طلاق کا عزم طلاق ہے یا نہیں؟۔ عورت کے حق کا خیال رہتا تو چار ماہ انتظار کے بعد حکم صادر کیا جاتا کہ عورت دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے تاہم پہلے تعلق پر راضی ہو تو چار ماہ بعد بھی ٹھیک ہے۔ یہ ضرورت ہی نہ پڑتی کہ طلاق واقع نہ ہوئی اسلئے زندگی بھرا انتظار کرے، یا طلاق واقع ہوئی اسلئے وہ ملنا بھی چاہتے ہوں تو اللہ نے انکے درمیان جداً جبری طور سے ڈالی ہے۔ مفتی تقی عثمانی کے دارالعلوم کا فتویٰ دیکھ لیجئے۔

27

~~51037~~

2109

علاء کرام اس مسئلے کے بارے میں لیا فرماتے ہیں؟

ہمارے درمیان جھگڑا ہوا میر کے شوکر نے مجھے

ووڈ فوٹ لارق دینے کا کھدائیں نہ اپنی مار کو بلا کر کھا

مجمع طلاق در رہے ہیں۔ پھر میر شوہر نے میری اُمی

تو کہا کر میں آپ کی بیٹی کو طلاق دے رہا ہوں مگر مجھے کہا کر

میں کہیں سارے طلاق دیتا ہوں۔

Regions

34/2-242 4061

جیک ڈیکس

~~0302~~ 0314221449



جعفر

دعاها مات بپنهانه همچنان اجتماع میتواند باشد اگر کسی را میخواهد

الآن نحن نعلمكم طرائق حفظ المفردات

الكتاب المقدس (Holy Bible) / كتاب التوراة (Torah)

الآن نحن في مواجهة مشكلة

کلیکر (کاربر) (کامپیوٹر) (کامپیوٹر) (کامپیوٹر)

17

Aly
277

94/3 10.06

8/3/61

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الْجَوَابُ حَامِدًا وَمُصْلِيًّا

صورتِ مسئولہ میں جب آپ کے شوہرن نے یہ الفاظ کہدے ہیں ”میں سات طلاق دیکر جارہا ہوں“ تو ان الفاظ سے آپ پر تین طلاقيں واقع ہو گئی ہیں اور نکاح ختم ہو کر حرمتِ مغلظہ ثابت ہو گئی ہے، اب رجوع نہیں ہو سکتا اور حلالہ کے بغیر دوبارہ دونوں کا آپس میں نکاح بھی نہیں ہو سکتا، اور تین طلاقيں سے زائد طلاقيں لغو ہو گئی ہیں۔
 لہٰذا اگر آپ کی عدت گزرنے کے بعد آپ کا کسی دوسرے شخص سے شرعی گواہوں کی موجودگی میں نکاح ہو جائے اور دوسراشوہر جماع یعنی ہمستری کے بعد آپ کو طلاق دیدے یا اُس کا انتقال ہو جائے پھر آپ کی عدت بھی گزر جائے تو پھر آپ کا نکاح اپنے سابقہ شوہر سے باہمی رضامندی سے شرعی گواہوں کی موجودگی میں نئے مہر کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

القرآن الكريم [البقرة : ۲۳۰]

{فَإِنْ طَلَقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَقِّيْتِ تَنْكِحَ رَوْجَاهُ غَيْرِهِ فَإِنْ طَلَقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجِعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يَقِيمَا حَدُودَ اللَّهِ وَتَلَقَّخَ حَدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ }

تفسير القرطبي (١٤٧ / ٣)

المراد بقوله تعالى: ”فإن طلقها فلَا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره“ . وهذا مجمع عليه لا خلاف فيه... وذهب الجمهور من العلماء والكافة من الفقهاء إلى أن الوطى كاف في ذلك، وهو التقاء المتناثرين الذي يوجب الحد والغسل، ويفسد الصوم والمعج وبخسن الزوجين ويوجب كمال الصداق

القرآن الكريم [البقرة: ٢٢٩]

{الطَّلاقُ مَرْءَانٌ فَإِنْسَاكٌ يُعْرُوفٌ أَوْ شَرِيعَةٌ بِإِحْسَانٍ }

صحيح البخاري (٤٣ / ٧)

حدثني محمد بن بشار، حدثنا يحيى، عن عبيد الله، قال: حدثني القاسم بن محمد، عن عائشة، أن رجلا طلق امرأته ثلاثة، فتزوجت فطلق، فسئل النبي ﷺ: أتحل للأول؟ قال: «لا، حتى يذوق عسيتها كما ذاق الأول»

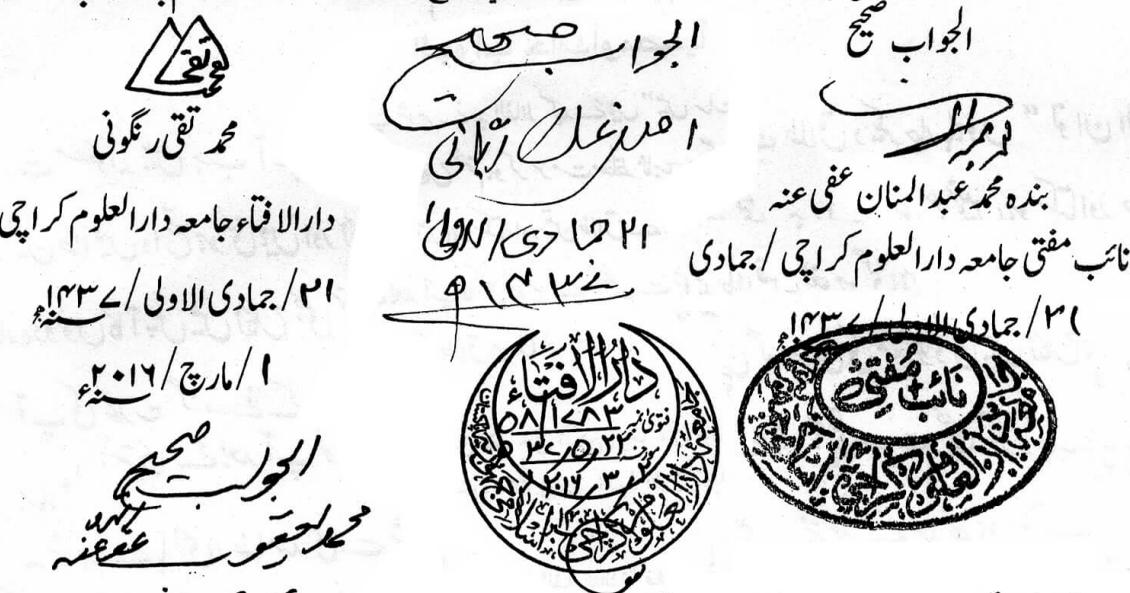
صحيح البخاري - (١ / ٣٧٤)

حدثنا عبد الله بن محمد حدثنا سفيان عن الزهرى عن عروة عن عائشة رضي الله عنها جاءت امرأة رفاعة القرطبي النبى (إلى النبى) عليه وسلم فقالت كنت عند رفاعة فطلقنى فأبى طلاقى فتزوجت عبد الرحمن بن الزبير إنما معه مثل هدبة الثوب فقال أتريدين أن ترجعي إلى رفاعة لا حتى تذوقى عسيتها ويدق عسيتك وأبو بكر جالس عنده وخالد بن سعيد بن العاص بالباب يتنظر أن يوذن له فقال يا أبا بكر ألا تسمع إلى هذه ما تجهر به عند النبى عليه وسلم .

الفتاوى الهندية (١ / ٤٧٣):

وإن كان الطلاق ثلاثة في الحرمة وثنتين في الأمة لم تحصل له حتى تنكح روجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بما ثم يطلقها أو يموت عنها كذا في الهدایة ولا فرق في ذلك بين كون

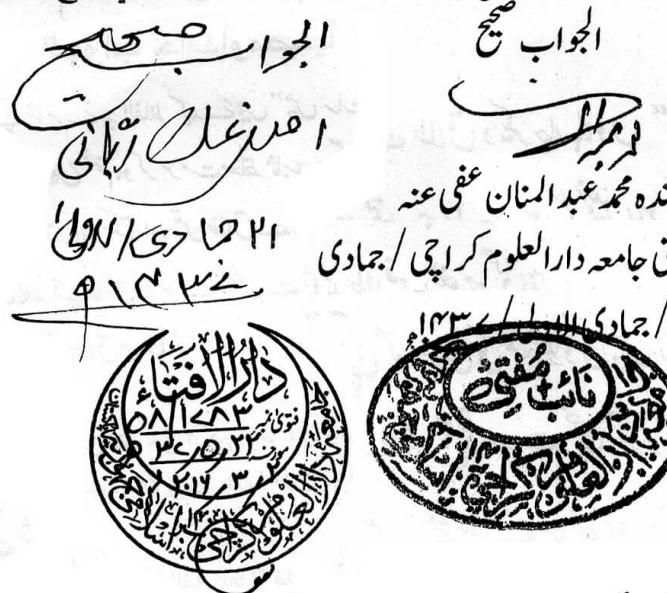
المطلقة مدخولاً بها أو غير مدخول بها كذا في فتح القدير ويشرط أن يكون الإيلاج
موجباً للغسل وهو التقاء الحتانين هكذا في العيني شرح الكنز..... والله أعلم بالصواب



دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی
۱۴۳۶ھ / جمادی الاولی / ۱۷ مارچ ۲۰۱۶ء

الجواہر صحیح
محمد حسین عفی عنہ

۲۱/ جمادی الاولی / ۱۴۳۶ھ



بنده محمد عبد المنان عفی عنہ
نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی / جمادی

۱۴۳۶ھ / جمادی الاولی / ۱۷ مارچ ۲۰۱۶ء

دارالعلوم کراچی کا یہ فتویٰ غلطیوں کا پلنڈہ ہے

1: فتویٰ میں قرآنی آیات کےحوالہ جات اور ان کا تجزیہ

پہلے سورہ بقرہ کی آیت 230 اور تفسیر قرطبی کا حالہ ہے کہ اس سے مراد تیسری طلاق ہے، پھر آیت 229 کا دھورا
حوالہ ہے جس میں درمیان کی اصل کڑی چھوڑ دی ہے۔ مفتی تقي ور فیع عثمانی کے استاذ، صدر و فاقہ المدارس پاکستان، جامعہ
فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کے مہتمم شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان نے شرح بخاری ”کشف الباری“ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سے ایک صحابیؓ نے پوچھا کہ تیسری طلاق کا ذکر قرآن میں کہا ہے؟، رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ قسیریح
با حسان: احسان کیسا تھر خست کرنا تیسری طلاق ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کے واقعہ میں بھی تیسرے طہر میں تیسری طلاق
 واضح ہے۔ کاش! دارالعلوم کراچی کے مفتی صاحبان قرآن کی آیات کو اپنی ترتیب کیسا تھ پوری نقل کرتے تو ساجدہ اور عزیز
کو کبھی حلالہ پر مجبور کرنے کی جرأت نہ کرتے۔ اولی الامر کی حیثیت کا دعویٰ کرنے والوں نے اپنے فرقہ وارانہ مقاصد کیلئے
قرآن کو پاٹش کرنے کا عملی مظاہرہ کیا ہے۔ وقل انی انا النذیر المبين ۰ کما انزلنا على المقتسمین
۰ الذين جعلوا القرآن عضين ۰ فوربك لنسئلنهم اجمعين ۰ عمما كانوا يعملون ۰ اور کہہ دیجئے کہ
پیشک میں کھل کر ڈرانے والا ہوں۔ جیسا کہ ہم نے نازل کیا، بٹوارے کرنے والوں پر۔ جنہوں نے قرآن کے مکملے
کر دیئے۔ سو تم ہے تیرے رب کی کہ ہم نے ان سب سے پوچھنا ہے جو وہ عمل کرتے تھے۔ (ال مجر: آیات 89 سے 93)

تبیغی جماعت کے بزرگ حاجی عبدالوہاب، مولانا طارق جمیل وغیرہ کو چاہیے کہ علماء و مفتیان کے غلط فتوؤں پر عمل
کرنے سے سیدھے سادے کارکنوں کو روکنے کا اعلان کریں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر آیت 229 کے بعد 230 میں طلاق کے بعد حلال نہ ہونے کا معاملہ کیوں اور کیسے ہے؟۔ جواب یہ ہے کہ دونوں آیات کا مکمل ترجمہ ہی دیکھ لیا جائے تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائیگا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس طلاق سے پہلے مرحلہ وار دو مرتبہ طلاق کا ذکر کیا، پھر معروف رجوع یا احسان کیسا تحری خصتی کو واضح کیا اور یہ بھی واضح کیا کہ خصتی کی صورت میں کوئی چیز واپس لینا حلال نہیں مگر اس صورت میں جب دونوں باہوش و حواس اس نتیجہ پر پہنچیں کہ ان کو خوف ہو کہ اسکے بغیر اللہ کی حدود پر قائم نہ رہ سکیں گے اور فیصلہ کرنے والوں کو بھی یہی خوف ہو تو ان چیزوں میں اس چیز کو فدیہ کرنے میں حرج نہیں اسلئے کہ وہ چیز علیحدگی کے بعد اگر رابطہ کا ذریعہ بنتی ہو، جس کی وجہ سے دونوں کو اللہ کی حدود پر

قامِ نہ رہنے کا خوف ہو تو بڑی براہی کے مقابلہ میں اس فدیہ کا جواز بتتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر عمران خان نے شادی کے بعد ریحام خان کو بنی گالہ میں ایک کمرہ تھغہ میں دیا ہوتا اور ریحام خان نے کسی اور سے شادی کا فیصلہ کیا ہوتا تو سنجدی سے دونوں متفق ہوتے کہ یہ کمرہ واپس نہ کرنے کی صورت میں دونوں اللہ کی حدود پر قائم نہ رہ سکیں گے اور فیصلہ کرنے والے بھی اس نتیجہ پر ہی پہنچتے کہ ”فدیہ کیا جائے؟“

جب نبی ﷺ نے حضرت ابن عمرؓ کی طرف سے حیض میں طلاق پر سخت غصہ کا اظہار کر کے فرمایا کہ پہلے طہر و حیض میں پہلی مرتبہ طلاق، پھر طہر و حیض میں دوسرا مرتبہ طلاق اور تیسرا طہر میں تیسرا مرتبہ طلاق کا عمل قرآن کی عدت و طلاق ہے۔ اگر قرآن میں معاملہ واضح نہ ہوتا تو نبی ﷺ کا غضبناک ہونا قرآن کی آیت کا واضح مضمون مزید واضح کرتا ہے مگر جب آدم زاد پر حلالہ کی لذت کا بھوت سوار ہو تو پھر شجرہ منوع تک پہنچانے کیلئے شیطان خواہ مخواہ بھی پھسلا دیتا ہے۔ 99 دنیاں اپنے پاس ہوں تو کسی کی ایک دنبی پر بھی لائق کا مظاہرہ کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے تیسرا مرتبہ طلاق کیلئے فرمایا کہ تیسرا طہر میں ہاتھ لگائے بغیر چھوڑ دو، یعنی طلاق ایک عمل ہے جس میں ہر مرتبہ کی تکمیل طہر یعنی پا کی کے دور میں مکمل پرہیز سے ہوتی ہے، نبی ﷺ مفاد پرست مفتیوں کی طرح یہ تو نہیں کر سکتے تھے کہ اللہ نے عدت میں رجوع کیلئے صلح کی شرط پر شوہر ہی کو حقدار قرار دیا مگر حلالہ کی خاطر یہ حق اب چھن گیا ہے۔ جب اللہ نے بار بار عدت کی تکمیل پر رجوع کی اجازت دی تو نبی ﷺ کس طرح اسکے بر عکس رجوع کے حق کو روک سکتے تھے، یہ تو حلالہ کی لذت آشنا علماء و مفتیان کا دل گردہ ہے جو قرآن کے احکام کو کسی خاطر میں لائے بغیر اس لعنت کے دھنڈے میں بٹتا رہے ہیں۔ امام ابوحنینؒ کے مسلک کو سمجھ کر محلی ہوئی آیات سے اعراض و روگرانی اور کافرانہ طرز عمل اختیار کرنے والے بعض مشہور علماء و مفتیان بڑے ڈھیٹ ہیں ورنہ حقائق ضرور تسلیم کرتے۔

اصول فقہ کی کتاب ”نور الانوار“ میں خفی مؤقت ہے کہ ”ف تعقیب بلا مهلت کیلئے آتا ہے، اسلئے اس طلاق کا تعلق اپنے متصل ”عورت کی طرف سے فدیہ“ دینے ہی کیسا تھا ہے۔ اور علامہ ابن قیمؓ نے لکھا: ”فَإِنْ طَلَقَهَا فَلَا تَحُلَّ لَهُ مِنْ بَعْدِ“ وہذا یتناول من طلاقت بعد فدیہ و طلاقتین قطعاً لانها هی المذکورة، فلا بد من دخولها تحت اللفظ، وهكذا فهم ترجمان القرآن الذي دعا له رسول الله ﷺ ان يعلمه الله تأویل القرآن، و هي الدعوة مستجابة بلا شك ”پس اگر وہ طلاق دیدے تو اس کیلئے حلال نہیں“، یہ قطعی طور پر اسوقت ہے جب فدیہ اور دو مرتبہ طلاق کے بعد طلاق دی جائے، اسلئے کہ تحت لفظ میں داخل کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ یہ ترجمان القرآن (حضرت ابن عباسؓ) کا فہم ہے۔ جس کیلئے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تھی، کہ اس کو اللہ قرآن کی تاویل کا علم دے۔ اور آپ ﷺ کی دعا بلاشبہ قبول ہوئی تھی۔ (زاد المعاد، جلد 4، باب الحلم)

جب اس طلاق کا تعلق خفی اصول فقہ اور الحدیث کے امام علامہ ابن تیمیہ کے شاگرد علامہ ابن قیمؓ کے مطابق قرآن

میں موجود ”فديہ“ کیساتھ ہے جو قرآن کے سیاق و سبق کا بھی تقاضہ ہے تو کس اصول کے تحت اس طلاق کو ”فديہ“ سے الگ کیا جاتا ہے؟۔ آیت سے یہاں خلع مراد لینا بالکل غلط ہے، البتہ احناف کا موقف بہتر ہے کہ ”فديہ“ کوئی مستقل چیز نہیں بلکہ دو مرتبہ طلاق کے بعد تیسری طلاق کی صفائح شے ہے۔ بحث کی بنیاد یہ ہے کہ ”خلع“ طلاق ہے یا نہیں اور علامہ ابن قیمؒ نے احناف کی ضد میں طلاق سے الگ چیز قرار دیا اور لکھا کہ ”اس کا نام اللہ نے“ ”فديہ“ رکھا ہے، یہ طلاق نہیں ہے۔

حالانکہ یہ بحث ہی فضول ہے، پہلی بات یہ کہ خلع یہاں مراد ہو ہی نہیں ہو سکتا، یہاں طلاق کی صورت میں شوہر کی طرف سے دیئے ہوئے مال میں سے کچھ واپس لینے کے حلال نہ ہونے کا معاملہ ہے، البتہ وہ چیز واپس لینا جائز ہے جس کی وجہ سے آئندہ اللہ کے حدود پر قائم نہ رہ سکنے کا خوف دونوں کو بھی ہوا اور فیصلہ کرنے والوں کو بھی ہو، تو دی ہوئی چیزوں میں اس چیز کو فدیہ کرنے میں لینے دینے والے پر حرج نہیں۔ آیت کی تفسیر میں غلطی اور کھلے تضاد کا مظاہرہ ہوا ہے، لکھا ہے کہ ”طلاق کی صورت میں کوئی چیز واپس لینا جائز نہیں مگر خلع کی صورت مستثنی ہے“، حالانکہ طلاق میں کوئی چیز واپس لینا جائز نہیں مگر طلاق ہی میں یہ صورت مستثنی ہے کہ جب دونوں کو اللہ کی حدود پر قائم نہ رہ سکنے کا خوف ہو۔ نہیں ہو سکتا کہ مستثنی اور مستثنی منہ الگ الگ ہوں۔ اس کھلے تضاد کی وجہ سے آیت کی تفسیر میں اختلافات کے انبار ہیں۔ علامہ ابن قیمؒ نے اس میں صحابہ کرامؓ کے اختلاف کا ذکر کیا ہے۔ ایک یہ کہ خلع میں دی ہوئی چیزوں میں سے زیادہ کا لینا جائز نہیں اور دوسرا یہ کہ زیادہ جائز ہے بلکہ عورت کا اپنا سارا مال لینا بھی جائز یہاں تک اس کا ناٹھ بھی لینا جائز ہے وغیرہ۔ حالانکہ آیت میں صرف دیئے ہوئے مال میں سے ہی اس چیز کے واپس لینے کے جواز کی بات ہے جس کے بغیر اللہ کی حدود پر قائم نہ رہ سکنے کا خوف ہو۔

اللہ تعالیٰ نے زانی پر حد جاری کرنے کیلئے جن شرائط کا ذکر نہیں بھی کیا ہے، فقہ کی کتابوں میں ان شرائط کی قید لگائی گئی ہے لیکن یہاں اللہ تعالیٰ نے اس طلاق سے پہلے جس شرط کی واضح قید لگائی ہے اس بنیادی شرط کو الگ کر کے کس طرح حلالہ کی لعنت کیلئے راستہ ہموار کیا جاتا ہے؟، امام ابو حنیفہؓ کے صحیح پیروکار کی یہ سوچ نہیں ہو سکتی، البتہ باپ کی لوٹی کو حیله اور معاوضہ لیکر حلال کرنے والوں نے مسلک پر اپنا غلط تسلط جمایا ہو تو علماء حق مفاد پرستوں کیخلاف علمی جہاد کا علم بلند کریں۔

آج بھی قبلی معاشرہ میں طلاق کے بعد بھی عورت کی دوسری شادی پر پابندی لگائی جاتی ہے، عرب معاشرے میں بھی یہ رسم تھی، انصار کے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ کے متعلق ہے کہ وہ طلاق کے بعد عورت کو دوسری شادی نہ کرنے دیتے تھے۔ (صحیح بخاری) اللہ کے نبی ﷺ کا فرمایا کہ ”آپ ﷺ کی وفات کے بعد کبھی آپ کی ازوائی سے نکاح نہ کرو اس سے نبی کو اذیت ہوتی ہے“۔ آزاد خیال برطانیہ کے شہزادہ چارلس نے لیڈی ڈیانا کو طلاق دی مگر دو دی الفائد سے تعلق برداشت نہ تھا اسلئے قتل کی گئی۔ عمران خان نے ریحام خان کو طلاق دی تو ریحام خان کو کہنا پڑا کہ ”پٹھان ہوں، مجھے جان پر کھلنا آتا ہے“۔ جو کوئی بھی اپنی بیوی کو طلاق دے تو اس کو اپنی مرضی سے شادی کا حق دینا آسان نہیں، اپنی ذات اور گردوبیش کے ماحول سے اندازہ لگانا دشوار نہیں، قرآن کے حکم کو انسانی فطرت اور معاشرتی حقائق کی روشنی میں دیکھنے کی ضرورت تھی لیکن

حلاہ کو رواج دینے کیلئے تمام حدود و قوپا مال اور حقائق نظر انداز کئے گئے، حلاہ کی لٹ لگ گئی ہوتا یہے بے غیرت کو قرآن کی آیات کہاں سے سمجھ میں آئیں گی؟۔ فقہ حنفی کے معتبر حوالوں سے لکھا گیا ہے کہ ”حلاہ کا رثواب بھی ہے“۔ اور بریلوی مکتب کے ایک نااہل مفتی نے لکھ دیا کہ ”حلاہ کو بے غیرتی اور بے حیائی قرار دینے والوں کے ایمان و ایقان کی جگہ بے غیرتی و بے حیائی نے لی ہے“۔ جس پر بریلوی مکتب کے بڑے علماء و مفتیان نے تائیدی تقریظ بھی لکھ دیئے ہیں۔ اور اسی کتاب میں یہ وضاحت بھی ہے کہ ”نبی ﷺ نے اس کو لعنت اور کرایہ کے بکرے سے تشییہ اسلئے دی ہے کہ اس میں غیرت کی کمی ہے کہ دوسروں کی تخلیل کیلئے یہ کام کیا جائے“۔ سلمان تاثیر کے بارے میں سپریم کورٹ نے فیصلہ دیدیا کہ ان کی بات گستاخی نہ تھی مگر بریلوی مکتب کے مفتی عطاء اللہ نعمی کی عبارت سے شانِ رسالت ﷺ میں گستاخی کا تصور لازم ہے۔

طلاق کی ایک صورت یہ ہے کہ شوہر چھوڑنا چاہتا ہو مگر بیوی نہ چاہتی ہو، دوسرا یہ ہے کہ بیوی الگ ہونا چاہتی ہو مگر شوہرنہ چاہتا ہو، یہ صورتیں سورہ بقرہ آیت 231، 232 میں واضح ہیں کہ عدت کی تکمیل کے بعد بھی باہمی رضامندی اور معروف طریقہ سے رجوع ہو سکتا ہے۔ سورہ بقرہ آیت 229، 230 میں اس صورت کا ذکر ہے کہ میاں بیوی علیحدگی اور آئندہ رابطہ نہ کرنے پر متفق ہوں اور معاشرہ بھی اس پر متفق ہو۔ جس میں عورت نے اپنا مستقبل کسی اور کے ساتھ گزارنے کا فیصلہ کر کر کھا ہوا اور شوہر سے خدشہ ہو کہ وہ طلاق کے بعد اس میں رکاوٹ نہ ڈالے، اس رکاوٹ کو ختم کرنے کیلئے ہی اللہ نے شوہر پر واضح پابندی لگائی کہ لاتحل له من بعد حتى تنکح زوجا غيره ”اس کیلئے اسکے بعد حلال نہیں، یہاں تک کہ وہ کسی اور سے نکاح نہ کر لے“۔ قرآن کے سیاق و سباق سے واضح ہے کہ لاتحل له سے مراد شرعی حرمت نہیں بلکہ لغت میں حلال نہ ہونے کی بات ہے۔ شرعی حرمت اور لغت کی حرمت کا تصور قرآن میں جد اجداد ہے۔ حرمت علیکم امہاتکم و بناتکم ”حرام کی گئی ہیں تم پر تمہاری ماں میں، تمہاری بیٹیاں“ یہ شرعی حرمت ہے، اسکے جواز کا کوئی راست نہیں، سورہ تحریم کی آیات میں نبی ﷺ کو خطاب کیا گیا کہ لم تحرم ما احل لك ”اس کو اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے“۔ علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ ”نبی ﷺ کی طرف یہ نسبت کرنا کفر ہے کہ آپ ﷺ نے حرام شرعی کو حلال قرار دیا، یہاں مراد حرمت لغوی ہے“۔

عام طور پر لوگوں کا یہ مزاج ہوتا ہے کہ جب تک خود کسی معااملے میں نہ پھنس جائیں تو کسی اور کیلئے کسی قسم کی رور عایت کے روادار نہیں ہوتے۔ بعض تو اس قدر کم ظرف اور کم ذات ہوتے ہیں کہ قرآن کے حوالہ سے نبی ﷺ کی طرف حرمت کی نسبت پر بھی اپنی زبان اپنی ناک تک لے جانے کی کوشش سے دریغ نہ کریں گے لیکن ان سے پوچھا جائے کہ تمہارا، تمہارے آبا و اجداد اور تمہارے بھائی و رشتہ داروں کا کردار کیسا ہے اور انکی بیگمات کا کیسا ہے؟۔ تو کہیں گے کہ مردوں کا کوئی حال نہیں، خود بھی صاف کردار کے مالک نہیں، باپ بھی نہ تھے مگر ماں اور بیگم کا کردار بہت صاف ہے۔ پھر سوال اٹھے کہ مرد کا کردار ٹھیک نہ ہوا اور بیوی اچھی کردار کی مالک ہوتا کیا آپس کا نکاح اور تعلق جائز ہے؟۔ تو وہ ضرور کہیں گے کہ ہاں بالکل!

اسمیں کیا شک ہے؟۔ حالانکہ قرآن نے واضح کیا ہے کہ ”بد کردار مرد نکاح نہ کرے مگر بد کردار عورت یا مشرکہ سے اور بد کردار عورت کا نکاح نہ کیا جائے مگر بد کردار مرد یا مشرک سے وحرّم ذلک علی المؤمنین (اور مومنوں پر یہ حرام ہے)۔“ سورة نور۔ جب یہ بتا دیا جائے کہ یہاں حرمت شرعی نہیں حرمت لغوی مراد ہے تو جان میں جان آئے گی کہ با کردار خواتین سے بد کردار شوہروں کا تعلق حرام کاری نہیں ہے۔

لاتحل له سے حرم ذلک کے لفظ میں زیادہ طاقت اور مبالغہ ہے مگر اپنے لئے رعایت کاروا دار انسان دوسرے پر مشکل پڑنے کی صورت میں غور پر بھی تیار نہیں ہوتا۔ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ ”مرد عورت اور عورت مرد کیلئے حلال نہیں“ بلکہ فرمایا کہ مرد کیلئے وہ حلال نہیں، حرمت کی نسبت صرف مرد کیلئے اسلئے کر دیتا کہ وہ عورت کیلئے دوسری جگہ شادی میں رکاوٹ پیدا نہ کرے لیکن مرد تو حلالہ کی لعنت بھی اپنی نگرانی میں کروا تاہے اور عورت اسکی دسترس سے باہر نہیں ہوتی۔ جبکہ اللہ نے مکہ سے مدینہ بھرت کرنے والی مؤمنات کے بارے میں حکم دیا کہ ان کو اپنے مشرک شوہروں کے پاس نہ لوٹاؤ، لاهن حل لهم ولاهم يحلون لهن ”یہ عورتیں ان کیلئے حلال نہیں اور نہ وہ مرد حلال ہیں ان عورتوں کیلئے“۔ مشرک شوہر کے ہاتھ میں وہ آجاتیں تو وہ ان پر تشدد کرتے، مشرک کو نسا اسلام کی حلت و حرمت کو مانتے تھے، ان کیلئے شرعی حرمت کی کیا حیثیت تھی؟۔ مؤمنات کیلئے تو شرعی حرمت کی نسبت ہو سکتی ہے مگر مشرک شوہروں کیلئے تو نہیں۔ اسلئے ان کیلئے لغوی حرمت ہی مراد ہے۔ یہی صورتحال سورہ بقرہ کی آیت میں ملحوظ خاطر ہے۔

فتح مکہ کے بعد مسلم اُمہ کے بڑے مولانا اور بہترین قاضی حضرت علیؓ نے اپنی مسلمان بہن حضرت اُم ہاشمؓ کے مشرک شوہر کو قتل کرنا چاہا تو نبی ﷺ نے امان دیدی، اس وقت بھرت فرض تھی، اُم ہاشمؓ نے مشرک شوہر کو ترجیح دی تو ان پر حرام کاری کا فتویٰ نہ لگایا گیا بلکہ جب وہ شوہر چھوڑ کر چلا گیا تو نبی ﷺ نے اتنی عزت بخشی کہ شادی کی پیشکش کر دی، اُم ہاشمؓ نے انکار کر دیا پھر اللہ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ ”وہ رشتہ دار جنہوں نے بھرت نہیں کی ہے ان سے نکاح نہ کریں“۔

قرآن و سنت میں خلع کا واضح تصور خواتین کے مسائل کا بہترین حل

قرآن و سنت میں خلع ہے یا نہیں؟۔ موجودہ دور میں عورت عدالت سے خلع لیتی ہے مگر شوہر طلاق نہیں دیتا تو مدارس میں فتوؤں کا اختلاف ہے۔ جامعہ بنوری ٹاؤن و کچھ دیگر مدارس کی طرف سے عدالتی فیصلے پر طلاق کا فتویٰ ہے، کچھ دیگر مدارس کا فتویٰ ہے کہ اس سے طلاق نہیں ہوتی ہے۔ مدارس کے علماء و مفتیان اور عوام قرآن کو دیکھ لیں۔ سورہ النساء آیت 19 میں عورت کے خلع کا حق پہلے واضح کیا گیا اور پھر النساء کی آیت 20 میں شوہر کی طلاق کا حق واضح کیا گیا۔

فرمایا: عورتوں کے زبردستی سے مالک مت بن بیٹھو، اور انکو اسلئے مت روکو، کہ تم نے انکو جو کچھ دیا ہے اسیں سے بعض واپس لو، الایہ کہ وہ کھلی فاشی کا ارتکاب کریں اور ان سے اچھا برتاؤ کرو، اگر وہ (علیحدگی) کے اس اقدام کی وجہ سے بری لگتی ہوں تو ممکن ہے کہ کسی چیز کو تم برا سمجھو اور اللہ تمہارے لئے اس میں بہت سارا خیر رکھ دے۔ سورہ النساء آیت 19۔ اس

آیت میں بتایا گیا ہے کہ شوہر یوں کا زبردستی سے مالک نہیں بن سکتا، یہوی چھوڑ کر جانا چاہے تو شوہر کو دی ہوئی چیزیں واپس لینے کیلئے رکاوٹ نہیں پیدا کرنا چاہیے لیکن فاشی کی صورت اس سے مستثنی ہے۔ اس اقدام کی وجہ سے عورت شوہر کو یقیناً بری لگتی ہوگی لیکن اسکے باوجود اللہ کی طرف سے اچھے برتاؤ کا حکم دیا گیا ہے، جب عورت شوہر کو چھوڑ کر جانا چاہتی ہو تو بہت برا لگنے کے باوجود اس میں خیر ہی خیر ہے، اسلئے کہ اسکی وجہ سے نہ صرف گھر کا سکون بتابہ ہو گا بلکہ عزت بھی بر باد ہو سکتی ہے۔

غیرت کا تقاضہ نہیں کہ یہوی چھوڑ کر جانا چاہتی ہو تو شوہر اسکو جانے دینا اپنی غیرت کے منافی سمجھے بلکہ یہ بہت بڑی بے غیرتی ہے کہ عورت چھوڑ کر جانا چاہے اور شوہر اسکو ساتھ رہنے پر مجبور کرے۔ فقهاء اور علماء جاہلانہ غیرت رکھنے والے حاکموں، سرداروں اور بااثر طبقات کے ہر دور میں زرخرید غلاموں کی طرح رہے ہیں اسلئے انہوں نے غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا کہ خواتین کے حقوق قرآن نے واضح بلکہ مقدم رکھے ہیں اور یہ مردوں کی غیرت اور معروضی حقائق کے عین مطابق ہیں۔ جب عورت کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ شوہر کو چھوڑ کر جا سکے تو کوئی شوہر عورت پر بے جا تشدید تو درکنار ایسا روایہ بھی روا نہیں رکھے گا کہ وہ چھوڑ کر چلی جائے۔

قرآن قانون عدل، کمزور کے تحفظ اور اخلاقی اقدار کی اعلیٰ ترین کتاب ہے۔ عورت کا حق مقدم کر کے اللہ نے بڑے سخت الفاظ میں فرمایا: لَا ترثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا عَوْرَتُوْنَ كَزَبِرَدَتِيْ مَالِكَ مَتَّ بَنَ بَيْتُهُوْ۔ ان کو اسلئے مت روکو، کتم نے جو چیزیں ان کو دی ہیں ان میں سے بعض ان سے واپس لے لو، الا یہ کہ وہ کھلی فاشی کی مرتبہ ہوں.....” (آیت 19 النساء) اس آیت کے ضمن میں ہی خلع کی احادیث درج کی جاتیں تو فضول قسم کے اختلافات کا معاملہ ہی نہ رہتا، کسی خاتون نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ میں شوہر سے طلاق لینا چاہتی ہوں، نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”فَلَا إِبَاحَةَ لِمَنْ لَمْ يَرْكَبْ“، اس نے کہا کہ زیادہ بھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”زِيَادَهُ نَهِيْنَ“۔ جب یہوی شوہر کو چھوڑ کر جانا چاہتی ہو، تو جیسے شوہر کو منع کیا گیا ہے کہ ان سے دی ہوئی اشیاء لینے کیلئے دباؤ ڈالنا غلط ہے، ویسے ہی یہ بھی غلط ہے کہ یہوی شوہر کو چھوڑ کر جانے کی بجائے شوہر کو نکال باہر کر دے۔ مثلاً میاں یہوی کا گھر ایک ہی ہوتا ہے، عورت چاہتی ہے کہ شوہر سے خلاصی پائے تو وہ چھوڑ کر جا سکتی ہے، شوہر کہتا ہے کہ میرے ہاتھ کے زیور اور کپڑے تک سب چیزیں اتار کر جاؤ تو یہ بھی اسکے ساتھ زیادتی ہے۔ شوہر اس کو روکنے کیلئے اس طرح کے ہتھنڈے استعمال نہ کرے اور یہ بھی نہیں کہ یہوی خلع بھی لینا چاہتی ہو اور گھر اور جائیداد سے بھی شوہر کو بے دخل کر دے، عام طور پر میاں یہوی کی ساری چیزیں مشترکہ شمارہ ہوتی ہیں، شوہر اپنا سمجھ کر بڑی جائیداد اسکے نام کر دیتا ہے خلع کی صورت میں یہوی شوہر کو ٹھوکر مار کر پھینک دے تو یہ غلط ہے اور معاشرے میں یہ باتیں بچ سے لیکر عام لوگ سمجھتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ شوہر یہوی کو چھوڑنا چاہتا ہو تو بجائے یہوی کو چینئے کے شوہر اپنا ہی راستہ ناپے۔ یہ تاثر قائم نہ ہو کہ شوہرنے یہوی کو بے دخل کر دیا بلکہ مکان سمیت کسی بڑی سے بڑی چیز سے محروم کرنا شوہر کا کوئی قانونی حق نہیں ہے۔

پھر اللہ نے فرمایا: ”وَإِنْ أَرْدَتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجًا مَكَانًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ“

شیئا“ اگر تمہارا ارادہ ہو کہ ایک بیوی کو چھوڑ کر دوسری سے شادی کرو، تو اگر کسی ایک کو بہت سارا مال دیا ہو، تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو، کیا تم بہتان لگا کر اور کھلے گناہ سے ان سے کوئی چیز واپس لو گے؟ ”۔ آیت 20 سورہ النساء۔ قرآن کی ان مختصر آیات میں پوری دنیا کیلئے وہ قوانین ہیں کہ کوئی بھی انسان ان کی افادیت سے انکار نہیں کر سکتا ہے اور اگر دنیا میں یہ قوانین متعارف کرائے گئے تو لوگ قرآن کی طرف لپکیں گے۔ عورت سے زیادتی کا کوئی تصور ہو گا اور نہ مرد سے۔ خلع و طلاق میں جو توازن ہے، کوئی بھی اپنے ساتھ زیادتی کا تصور محسوس نہ کریگا لیکن علماء و مفتیان نے عوام کے سامنے قرآن کی آیات کا درست ترجمہ پیش کرنے کی بجائے اپنی غلط تفسیر و تشریحات کے ذریعے گمراہ کرنے میں کوئی سر نہیں چھوڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پھر شوہر سے تلقین کی ہے۔ و کیف تأخذونہ وقد افضى بعضكم الى بعض و اخذن منكم ميشاقا غليظا ” اور تم ان سے کوئی چیز کیسے واپس لو گے؟ ، اور تم ایک دوسرے سے خلوت کر چکے ہو اور ان عورتوں نے تم سے پنجتہ عہد لیا ہے ”۔ سورہ النساء آیت 21

عورت سے مبادرت کی صورت میں اللہ نے نکاح کے تعلق کو ”پنستہ معاہدہ“ قرار دیا ہے مگر علماء و مفتیان نے فقہ کی دنیا میں نکاح کے میثاق غلیظ کے مقابلہ میں طلاق مغلظہ کی اصطلاح ڈال دی۔ جب عورت سے نکاح کے بعد ازدواجی تعلق قائم نہ کئے ہوں تو طلاق میں حرج نہیں مگر پھر اس کو نصف حق مہر دینا ہو گا اور اس صورت میں عدت بھی نہ ہوگی۔ اذا نکحتم المؤمنت ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لكم عليهن من عدة تعدونها الاحزاب:49 ”جب تم مؤمنات سے نکاح کرنے کے بعد انکو چھوٹے سے قبل طلاق دو، تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں جس کو تم شمار کرو۔“ جب عورت سے ازدواجی تعلق قائم ہو تو یہ میثاق غلیظ بن جاتا ہے، پھر اس تعلق کا خاتمہ الفاظ نہیں بلکہ عدت سے ہی ممکن ہوتا ہے، اگر عدت کے بغیر الفاظ سے اس کا خاتمہ ہو سکے تو پھر اس پر میثاق غلیظ ”پنستہ عہد“ کا اطلاق نہیں ہو سکتا ہے۔ اسکے مقابلہ میں طلاق مغلظہ کے بھوٹنے سے تصور کا بھائڑہ کھولنے کی ضرورت ہے۔

حدیث کی کتابیں فقہی مسلکوں کی روشنی میں مرتب ہیں اسلئے روایات کو قرآن کے تناظر میں دیکھنے اور خود ساختہ مسائل کی روشنی دونوں میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ طلاق صریح اور کنایہ کے الفاظ کا سہارا لیکر یہ کہنا کہ فلاں فلاں لفظ اور عمل سے تین طلاق کی نیت بھی ہو سکتی ہے اور ایک طلاق کی بھی، انتہائی بھونڈی حرکت ہے، جس میں فتویٰ کے اعتبار سے طلاق واقع ہو جاتی ہے لیکن اگر شوہر کے کہ میری نیت ایک طلاق کی تھی تو قاضی کا فیصلہ یہ ہو گا کہ طلاق نہیں ہوئی ہے۔

عورت زباس کی تیز اور مرد ہاتھ چپوڑ ہوتا ہے اسلئے اللہ نے شوہر کو پہلے مرحلہ میں سمجھانے، دوسرا مرحلہ میں بستر الگ کرنے اور تیسرا مرحلہ میں مارنے کی اجازت دی ہے، عورت اگر پہلے دو مرحلے میں مار سے بچ جائے، شوہر کی اسکے ساتھ دشمنی تو نہیں ہوتی کہ منصوبہ بندی سے اس کو مارے۔ عورت گدمی کی طرح مار کی عادی نہ بنائی جائے تو مار کا معمولی اشارہ بھی بڑی تو ہیں سمجھے گی۔ بدکاری کی سزا میں کوڑے کی مار سے زیادہ مارنے کی تو ہیں بڑی سزا ہے جس پر کچھ گواہ بنائے

جانے کا حکم ہے۔ جس طرح یہ کہنا انتہائی بیہودہ ہے کہ ایک ہی الحجہ میں عورت کو سمجھانے اور الگ رکھنے کیسا تھا مار پیٹ کی سزا کا بھی تصور قائم کیا جائے۔ اس سے بہت زیادہ بیہودہ تصور یہ ہے کہ مرحلہ وار طلاق کی بجائے ایک الحجہ میں نہ صرف طلاق علیحدگی کا حکم لگایا جائے بلکہ میاں بیوی کی رضامندی کے باوجود اکو حلالہ کی لعنت پر بھی مجبور کرنے کا فتویٰ دیا جائے۔

دارالعلوم کراچی کے فتوے کا قرآن سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں

بیوی سے علیحدگی کو طلاق کہتے ہیں، ایک شخص صح شام بیوی کو بات بات پر طلاق طلاق کہتا ہے، بیوی سے لڑ پڑتا ہے اور پھر اس کو تین طلاق یا طلاق طلاق کہہ دیتا ہے۔ پھر میاں بیوی صلح کر لیتے ہیں، پھر ہفتہ دس دن بعد لڑائی ہو جاتی ہے اور شوہر تین طلاق ٹھوک دیتا ہے، سال اور زندگی میں اسی طرح سے طلاق اور صلح کا سلسلہ جاری رہتا ہے، اس دوران ڈھیر سارے بچے بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ لوگ ان سے غرض اسلئے نہیں رکھتے کہ یہ بھی ایک دستور ہے کہ

”میاں بیوی راضی تو کیا کریگا قاضی“

وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے تین مرتبہ یا تین طلاقوں دیں اور اب بیوی سے تعلق حرام ہے مگر حلالہ کی لعنت کروانے سے اس خیانت پر چپ کی سادھ لینے میں عافیت ہے، اپنی بیگم کو حلالہ کیلئے پیش کرنا ضمیر نہیں دنیا و آخرت کی جا گیر سے کم قیمت پر نہیں ہو سکتا۔ آدمی سوچتا ہے کہ ضمیر بھی گیا اور دنیا و آخرت بھی اس لعنت سے تباہ ہو گئی ہے اور جب حلالہ نہ کروانے اور بیوی سے یونہی تعلق کو برقرار رکھے تو بھی سخت خیانت نظر آتی ہے۔

موجودہ دور کا انسان حلالہ کے بغیر اپنی بیگم سے تین طلاق کے باوجود اپنی جان سے خیانت کر رہا ہو، تو یہ کوئی بڑی بات ہے؟۔ بعض صحابہ کرام نے بھی رمضان کی رات میں بیوی سے تعلق کو حلال نہ سمجھنے کے باوجود مباشرت کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔ صحابہ سے بڑھ کر تو موجودہ دور کے یہ مسلمان بھی نہیں بلکہ صحابہؓ کی اقتداء اور پیروی کرنے کو ہدایت کا ذریعہ کہا گیا ہے، رمضان کا ایک مہینہ ہوتا ہے، ایک ماہ کے مقابلہ میں طلاق کی عدت تک صبر کرنا زیادہ مشکل کام ہے اور اس میں حلالہ کی لعنت اور ضمیر کی قربانی دینے کی بھی بات نہ ہوتی، جبکہ حلالہ تو قربانی نہیں بتاہی ہے۔

صحابہؓ سے اللہ نے بوجھا تاریخاً: احل لكم ليلة الصيام رفت الى نسائكم هن لباس لكم وانتم لباس لهن علم الله انكم كنتم تختانون انفسكم فتاب عليكم وعفاغنك فالثُّن باشروهن وابتغوا ما كتب الله لكم وكلوا واشربوا حتى تبيين لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود من الفجر ثم اتيموا الصيام الى الليل ولا تباشروهن وانتم عاكفون في المساجد تلك حدود الله فلا تقربوها كذلك بيدين الله اياتيه للناس لعلهم يتقون ○ سورة بقرہ آیت 186

”تمہارے لئے حلال ہے روزوں کی رات کو بے جا ب ہونا اپنی عورتوں کیسا تھا، وہ لباس ہیں تمہارے لئے اور تم لباس ہو، ان کیلئے۔ اللہ جانتا ہے کہ تم اپنی جانوں سے خود ہی خیانت کر رہے تھے، تو اللہ نے تم پر توجہ کی اور تم سے درگز ر

کردی، پس اب ان سے مباشرت کرو اور تلاش کرو جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے، اور کھاؤ، پیو، یہاںک کہ فجر کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے واضح ہو جائے۔ پھر روزے کورات تک پورا کرو۔ اور ان سے مباشرت نہ کرو، جب تم مساجد میں اعتکاف کی حالت میں ہو۔ یہ اللہ کی حدود ہیں انکے قریب مت جاؤ، اسی طرح اللہ اپنی آیات کو لوگوں کیلئے بیان کرتا ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ پرہیز گاری اختیار کر لیں۔ ان آیات میں اصل حقائق کی طرف زبردست رہنمائی ہے کہ صحابہؓ نے سمجھ رکھا تھا کہ رات کو بھی روزوں میں اپنی بیگمات سے ہمبستری جائز نہیں۔ ایک کمرے میں رہتے ہوئے اپنی بیگم سے مباشرت نہ کرنا کوئی آسان نہیں، پورے ایک ماہ کیلئے روز رو آخرب تک کوئی صبر کرتا؟۔ وہ ناجائز سمجھ کر بھی خود کو رک نہیں پار ہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ غلط کر رہے ہیں۔ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم واقعی ناجائز کر رہے تھے بلکہ فرمایا کہ ”تم اپنے نفسوں سے خیانت کر رہے تھے“، اللہ نے متوجہ ہو کر اس خود ساختہ مشکل سے نکالنے میں درگزر سے کام لیا۔ پھر پوری رات سیاہ دھاری سے فجر کی سفید دھاری واضح ہونے تک کھانے پینے کی اجازت بھی واضح کر دی۔ پھر حقائق کی نشاندہی کر کے واضح فرمایا کہ ”مساجد میں اعتکاف کے وقت مباشرت کرنا منع ہے۔“

وابتغوا ما کتب الله لكم ”تلاش کرو، جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے۔“ مسائل کا حل ہے۔ اللہ نے پہلی قوموں کیلئے بھی صرف مساجد میں اعتکاف کی حالت میں مباشرت کو منع کیا تھا لیکن مذہبی طبقات نے بے حسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس حکم کو پورے رمضان کے ساتھ مسلک کر دیا، جس پر عمل کرنا بھی آسان نہ تھا لیکن یہ خود ساختہ تصور مذہب میں مشکلات کا باعث بن گیا۔ ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ”جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ رکھا ہے“، اس میں مسائل کا حل ڈھونڈنے کی بجائے سننے بنائے ہوئے مسائل کو حتیٰ حل سمجھ لیتے ہیں۔

طلاق کے حوالہ سے قرآن کی طرف عام آدمی کی توجہ تو بہت دور کی بات ہے، علماء و مفتیان اور مذہبی طبقے بھی اللہ کی کتاب میں حل ڈھونڈنے کی زحمت نہیں کرتے۔ کسی کو طلاق کے مسائل کا سامنا ہوتا تو قرآن میں سورہ طلاق موجود ہے۔ سب سے پہلے اس میں حل تلاش کیا جائے۔ اللہ نے فرمایا: ایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن و احصوا العدة لا تخر جو هن من بيوتهن و لا يخر جن الا ان يأتين بفاحشة مبينة لعل الله يحدث بعد ذلك امر ا10 اذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فامسکوهن بمعروف او فارقوهن بمعروف و اشهدوا ذوا اعدل منكم و اقيموا الشهادة لله ومن يتقى الله يجعل له مخرجأ ”اے نبی! جب تم لوگ عورتوں کو چھوڑنا چاہو تو وعدت تک کیلئے ان کو چھوڑ دو..... اور وعدت کو شمار کرو..... انکو انکے گھروں سے مت نکالا اور نہ وہ خود نکلیں الای کہ وہ کھلی فناشی کی مر تک ہوں، ہو سکتا ہے کہ اللہ اسکے بعد کوئی نئی صورت پیدا کر لے۔ جب تم عورت کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو ان کو معروف طریقہ سے روکے رکھو یا پھر معروف طریقہ سے الگ کر دو اور اس پر دو عادل گواہ بھی بنا لو، اور اللہ کیلئے گواہی کو قائم کرو، جو اللہ سے ڈر اس کیلئے اللہ نکلنے کا راستہ بنادے گا“، سورہ طلاق آیت 1، 2

ایک آدمی بیوی کو چھوڑنا چاہتا ہے۔ سورہ طلاق کو دیکھ کر عدت تک کیلئے چھوڑ دیتا ہے۔ پہلے طہر (پاکی کے ایام) میں طلاق دیدیتا ہے، یہاں تک کہ حیض آ جاتا ہے۔ قول فعل کے اس طلاق میں میاں بیوی ایک گھر میں ساتھ رہتے ہیں۔ عورت انتظار کرتی ہے اور شوہرا پنے فیصلے پر قائم رہتا ہے۔ دوسرے طہر (پاکی کے ایام) میں پھر طلاق کے فیصلے کا اظہار کرتا ہے اور عملی طور سے اپنے فیصلے پر دوسرے حیض تک قائم رہتا ہے۔ میاں بیوی دوسرے مرحلہ میں ساتھ ہی رہتے ہیں۔ تیسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے، شوہر پھر طلاق کا اظہار کرتا ہے اور عورت طہر (پاکی کے ایام) میں انتظار کرتی ہے اور شوہر عملی طور سے اس فیصلے پر تیسرا بار بھی قائم رہتا ہے۔ کیا پھر بھی اللہ نے گنجائش رکھی ہے کہ باہمی رضامندی سے رجوع کافیصلہ ہو سکے؟۔

قرآن کہتا ہے کہ بالکل صورتحال بدل سکتی ہے، لعل اللہ یا حدث بعد ذلک امرا ”ہو سکتا ہے کہ اللہ جدائی کے بعد اس عدت میں کوئی نئی صورتحال پیدا کر دے“، گھر کا مسئلہ گھر میں حل ہو گا تو ہی بہتر ہے، عدت کے پورے دورانیہ میں میاں بیوی ساتھر ہیں گے تو پھر جدائی کے فیصلے پر بھی نظر ثانی کرینے مگر عدت پوری ہونے پر شوہر فیصلہ کر دے: اذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فامسکوهن بمعروف او فارقوهن بمعروف ”جب تم نے عورتوں کو طلاق دیدی اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو ان کو معروف طریقہ سے رکھو یا معروف طریقہ سے انہیں الگ کر دو“۔ سورہ طلاق میں تو اللہ نے بالکل ہی واضح طور سے مسائل کا حل بتادیا ہے مگر کیا عدت پوری ہونے کے بعد طلاق یا علیحدگی کافیصلہ برقرار کھا جائے اور دو عادل گواہ بھی بنائے جائیں تو پھر کچھ عرصہ بعد یا زیادہ عرصہ بعد دونوں نے ایک ساتھ رہنے کا فیصلہ کیا، پھر کیا حلالہ کی ضرورت ہو گی یادوں بغير حلاله شلاله کے مل سکتے ہیں؟، قرآن کہتا ہے: ومن يتق الله يجعل له مخرجا ”جو اللہ سے ڈرا، اس کیلئے اللہ راستہ بنا دیگا“، لیکن جونہ ہی طبقات اور معاشرے سے ڈرا، وہ اللہ کی لکھی واضح آیات کی بجائے رکاوٹوں کو عبور نہ کر سکے گا۔ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ ”جو اللہ سے نہ ڈرا، اس کیلئے اللہ نے رجوع کا دروازہ بند کر دیا ہے“۔

اللہ تعالیٰ نے عدت کے خاتمے پر دو عادل گواہ مقرر اور اللہ کیلئے گواہی کا قائم کرنے کا اسلئے حکم دیا تاکہ عورت عدت کے خاتمہ پر دوسری شادی کیلئے اعلانیہ آزاد ہو۔ قرآن میں گھر کی نسبت بیویوں کی طرف کی گئی، اگر عورت کھلی فاشی کی مرتب ہو تو پھر عدت کے دوران بھی اس کو گھر سے نکالنا اور اس کا خود نکلنا درست ہے لیکن وفادار بیوی کو ہی گھر کی مالکہ قرار دیا گیا ہے، طلاق دینے کے بعد بھی اس کو گھر سے نہیں نکالا جاسکتا۔ یہ کوئی اسلام اور کوئی انسانیت ہے کہ عورت سے 10 بچے جنمائے اور پھر اس کو طلاق دیکر گھر سے نکال دیا، جب اس کامیکہ نہ رہا اور اسکے والدین بھی فوت ہو گئے، اسلئے قرآن میں یہ نہیں کہا کہ لا تخر جوہن من بیوتكم ”ان کو اپنے گھروں سے نہ نکالو“۔ بلکہ فرمایا: لا تخر جوہن من بیوتهن ولا يخرجن الا ان یأتین بفاحشة مبينة ”ان کو انکے گھروں سے مت نکالا اور نہ وہ خود نکلیں مگر یہ کہ وہ کھلی فاشی کی مرتب ہوں“۔ شادی ہونے کے بعد گھر میاں بیوی کا مشترکہ اثاثہ ہوتا ہے۔

کھلی فاشی کی صورت پر گھر سے نکالنے اور نکلنے میں حرج اسلئے نہیں کہ ناجائز تعلق والے سے اسکا جائز تعلق نکال کر ادا یا

جائے: والزانیہ لاينکھها الا زانی او مشرک ”اور زانی عورت کا نکاح نہ کرایا جائے مگر زانی مردیا مشرك سے۔“
مشرقی معاشرے کی خواتین خوش ہو گئی کہ اسلام عظیم مذہب ہے کہ ہمیں غیرت کے نام پر قتل سے بچانے کیلئے درست جگہ پر ٹھکانے لگانے کا حکم دیا لیکن بعض جری خواتین رہنماءں کو بھی عورت سے امتیازی سلوک قرار دیں گی کہ عورت خطاء کار ہوتا اس کو گھر سے نکالا جائے مگر عورت کو شکایت ہو، اور مرد بدکار ہو جو اسکے حقوق ادا کرنے کی بجائے دوسرا عورتوں سے تعلق رکھے پھر اس کو بھی گھر سے نکال کر اسی بدکار عورت سے شادی کرائی جائے اور اس عورت کا کہیں ایسا نکاح کرایا جائے جو پار سامومن ہو؟۔ بالکل! قرآن نے اسی کو مقدم کیا ہے، الزانی لاينکح الا زانیہ او مشرک کہ ”زانی نکاح نہ کرے مگر زانیہ یا مشرک سے۔“ البتہ میاں بیوی راضی ہوں تو مداخلت کا تصور نہیں۔ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا ”اے اللہ کے رسول! میری بیوی کسی چھونے والے کے ہاتھ کو واپس نہیں لوٹاتی“، آپ نے فرمایا ”اسے طلاق دو“، اس نے کہا ”مجھے اسے محبت ہے“، آپ نے فرمایا ”پھر اس کو اپنی زوجیت میں رہنے دو“ (احکام طلاق: حبیب الرحمن) عوام کو پتہ چل جائیگا تو بہت ساروں کے دماغ سے ایک فال تو بوجھ ہٹ جائیگا کہ انہوں نے طلاق کے الفاظ استعمال کئے تھے، حلالہ کی ہست بھی نہیں ہو رہی تھی اور ناجائز سمجھ کر بھی اس تعلق کو برقرار رکھا تھا۔ ایک آدمی بیوی سے کراچی میں کہتا ہے کہ اگر تو نے ناشتے میں پر اٹھنے نہیں کھلایا تو میں لا ہو ر گیا لیکن وہ اس دن تو کیا زندگی بھر بھی لا ہو ر نہیں جاتا تو کیا یہ فتوی دیا جائیگا کہ ”بس اب جائے نہ جائے وہ لا ہو ر گیا ہے“۔ ایک آدمی کہہ کر میں نے روزہ رکھ لیا لیکن سارا دن کھاپی رہا ہوتا کیا کہنے سے روزہ ہو جائیگا؟۔ جس طرح تیس روزے رکھنے سے تیس بنتے ہیں اس طرح تین طلاقیں عمل سے تین بنتی ہیں۔

ایک آدمی بیوی کو طلاق اور تین طلاق کہتا رہتا ہے مگر میاں بیوی خوشی سے ساتھ رہتے ہیں تو ان کو بوجھ لینے، غم کھانے اور جاہل مفتی سے فتوی لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میاں بیوی راضی تو کیا کریگا قاضی۔ پہلے قرآن عربی میں ہوتا تھا اس لئے عام لوگ علماء و مفتیان کے محتاج ہوتے تھے، اب صورتحال بدل گئی ہے۔ اللہ کی کتاب کے ہرز باں و مسلک والوں نے ترجمے لکھ دیئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے پہلی مرتبہ جب قرآن کافاری میں ترجمہ کیا تو علماء نے فتوی لگادیا کہ ”اس وجہ سے وہ واجب القتل ہیں“۔ دو سال تک ان کو روپوش رہنا پڑا۔ پھر انکے بیٹوں نے اردو میں قرآن کے ترجمے کئے اور باقی لوگوں نے بھی مختلف زبانوں اردو، انگریزی، سندھی، پنجابی اور بلوچی وغیرہ میں ترجمے کئے، جب پٹھانوں اور پنجابیوں کے ملے علاقے پھجھ غرغشتہ کے ایک عالم نے پشتو زبان میں قرآن کا پہلا ترجمہ کیا تو پٹھان علماء نے ان پر کفر اور واجب القتل کا فتوی لگادیا تھا۔ پختون سب سے بڑھ کر مذہبی لیکن علماء کی ذہنی کیفیت قابلِ رشک نہیں تھی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا و ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیسین لهم ”اور ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر انکی زبان سے تاکہ وہ انکے سامنے معاملہ کو واضح کر دیں“۔ جب قرآن کا ترجمہ مختلف زبانوں میں ہو گیا ہے تو لوگ مذہبی طبقات کی اپنی پیوند کاری پر اعتماد نہ کریں بلکہ براہ راست اللہ کے کلام کو خود سمجھ لیں۔ صحابہ کرامؐ کے دور میں مذہبی طبقے

کے گمراہانہ علوم نہ تھے۔ جس طرح ان پڑھ یا پڑھے لکھے صحابہ کرام میں قرآن کو سمجھنے کی صلاحیت تھی، موجودہ دور کے ان پڑھ اور پڑھے لکھے لوگوں میں بھی قرآن کو سمجھنے کی بھروسہ صلاحیت ہے۔

جیسے روزہ و رمضان کو معمول کی وجہ سے غلمند اور کم عقل سب لوگ سمجھتے ہیں، ویسے قرآن و سنت میں طلاق و عدت کے حوالہ سے تصورات اس سے بھی زیادہ واضح ہیں۔ یہ کوئی اسلام نہیں کہ شوہرنے تین طلاق کہہ دیا، میاں بیوی آپس میں مل کر رہنے پر راضی ہیں لیکن مفتی فتویٰ داغ دیتا ہے کہ یہ مغلظہ ہو چکی ہے، اب حلالہ کی لعنت سے ہی اس کی غلاظت دور ہو گی۔ قرآن کہتا ہو کہ ”عدت میں صلح کی شرط پر شوہر ہی رجوع کا حق دار ہے“، لیکن چاچا خواخواہ مفتی کہتا ہے کہ اس بکواس کو چھوڑ دو، میرافتی ہے کہ حلالہ کیلئے بیوی کو پیش کرنا ہو گا۔ قرآن کی ڈھیر ساری آیات کو وہ شخص مسترد کر کے اسکے بر عکس حلالہ کا فتویٰ ٹھوکنے پر اصرار کر سکتا ہے جسکا کوئی ضمیر نہ ہو، جس کونا جائز عارضہ ہو تو دوسروں کی عزت کا بھی احساس نہیں کرتا۔

فقہ کی دنیا میں بڑے بڑے لوگ پیدا ہوئے ہیں، لوگوں کے سامنے بیوی کو تین طلاق ایک ساتھ دی جائیں اور قرآن کی واضح آیات اور احادیث صحیحہ کے دلائل کے باوجود اپنی بیوی کے پاس حلالہ کے بغیر جانے کی ہمت نہیں ہوتی ہے تو دوسروں کیلئے جرأت کرنا معمولی بات نہیں ہے اور اگر عوام کو صرف قرآن و سنت کی طرف متوجہ کیا جائے تو بڑے بڑوں کی اجارہ داری اور اہمیت ختم ہو جائے گی لیکن افسوس کہ امت مسلمہ کا بھلا کرنے کی بجائے ہر ایک نے اپنی دکان سجارتی ہے اور وہ کھلے عام قرآن و سنت کی بجائے لوگوں کو اپنے دامن فریب کا بھی شکار کرتا ہے۔

ایک بات ذہن نشیں بلکہ دلنشیں کر کے اس کی تبلیغ کی جائے کہ اللہ کی کتاب میں کوئی تضاد نہیں۔ طلاق لفظوں کا گور کھ دھنده نہیں بلکہ یہ ایک باقاعدہ سنبھیڈہ عمل ہے۔ فقہی کتابوں میں عجب مسائل ہیں لکھا ہے ”بیوی نے دعویٰ کیا کہ شوہرنے تین طلاقیں دیدیں، شوہر نہیں مان رہا ہے، بیوی کے پاس گواہ نہیں اور قاضی نکاح قائم رہنے کا حکم جاری کرتا ہے تو فتویٰ یہ ہے کہ نکاح نہیں رہا مگر فیصلہ یہ ہے کہ اس عورت کو طلاق نہیں ہوئی۔ وہ عورت خلع لینے کی کوشش کرے لیکن خلع نہ ملے تب بھی وہ شوہر کیسا تھرہ نہ پر مجبور ہے۔ ایک طرف عورت اسکو حرام کاری تصور کر گی اور دوسری طرف جب تک شوہر طلاق نہ دیگا، اسکی عدت کا آغاز نہ ہو گا اور وہ دوسرے سے شادی نہ کرنے کی پابند بھی رہے گی۔“ (حلیہ ناجزہ: مولا نا اشرف علی تھانوی)

کیا اسلام عورت کیسا تھرہ نکاح و طلاق کے نام پر اتنا بڑا ظلم روا رکھ سکتا ہے؟۔ ایک آدمی یہ چاہتا ہے کہ وہ بیوی کو دو طلاق دے تاکہ رجوع کیلئے حلالہ کی ضرورت نہ پڑے اور وہ بیوی سے کہہ دے کہ میں تجھے طلاق دیتا ہوں ایک، دو۔ پھر بیوی سے اس کی صلح ہو جاتی ہے اور مفتی سے فتویٰ لیتا ہے تو بیچارے کو فتویٰ ملتا ہے کہ ”طلاق دیتا ہوں سے ایک طلاق واقع ہو گئی، ایک سے دوسری اور دو سے ایک طلاق واقع ہو گئی کیونکہ تین سے زیادہ طلاق کی گنجائش نہیں، صرف ایک دو کہا جاتا پھر بھی تین طلاقیں واقع ہو جاتیں، اسلئے کہ طلاق میں نیت نہیں عدداً اعتبار ہوتا ہے۔“

علماء بیانگ دہل کہتے ہیں کہ جب تک ہم فتویٰ نہ دیں تم اپنی بیوی کے پاس بھی نہیں جا سکتے اور ٹھیک اسلئے کہتے ہیں کہ

لوگ قرآن و سنت کی بجائے ان لوگوں کوہی اپنے ارباب بنانے کا بیٹھ گئے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے احبار و رہبان نے مذہب تبدیل کیا تھا تو عوام نے بھی ان کو چھوڑ دیا ہے لیکن شکر ہے، قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لے لیا تھا اور عوام قرآن کی طرف متوجہ ہوئی تو علماء و مفتیان کو اپنے فتوؤں سے ہاتھ اٹھا کر قرآن و سنت کے سامنے سرنگوں ہونا پڑے گا۔

غلام احمد پرویز، علامہ تمبا عما دی اور ڈاکٹر ذا کرنا یک وغیرہ نے قرآن کی طرف توجہ کرنے کی بجائے فقہ کی کتابوں سے مسائل چوری کر کے اسی پر فتوے داغنے شروع کر دیئے، امام ابوحنیفہ اور علماء و مشائخ کے خلوص اور فضیلت کی وجہ سے اللہ نے جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کے ایک طالب علم کو یہ شرف بخشنا کہ اس مسئلہ کا درست حل نکلے۔ نبی ﷺ نے ان لوگوں کیلئے دعا فرمائی تھی جو احادیث کو محفوظ کر کے نسل درسل دوسروں تک منتقل کریں اور فرمایا کہ ”بہت سے فقہ اٹھانے والے خود سمجھ نہیں رکھتے مگر جن تک بات پہنچائی جائے وہ اس کو سمجھ لیتے ہیں“۔ مدارس کی خدمات کا اعتراض کون نہیں کریگا؟۔ میں اس کی خود ایک زندہ، تابندہ اور درخشنده مثال ہوں۔ مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ سے مجھے عقیدت و محبت ہی نہیں بلکہ جس خلوص اور تقویٰ پر مدرسہ کی بنیاد رکھ دی تھی، یہ اسکی برکت ہے کہ اللہ نے عتیق گیلانی کو وہیں سے مستفید ہونے کا موقع دیا۔

نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”طلاق سنجدیگی اور مذاق میں ہو جاتی ہے“۔ مگر جب علماء کا فتویٰ ہے کہ قرآن کے خلاف شوہر کو غیر مشروط رجوع کا حق حاصل ہے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ حضرت عمرؓ کے فیصلے اور صحابہؓ کے فتوے کی درست توجیہ کی جائے تو قرآن و سنت سے کوئی تصادم لازم نہ آیا گا، جب روافض نے حضرت عمرؓ کے خلاف طوفان کھڑا کرنے کی کوشش کی تو حضرت امام شافعیؓ نے ایک ساتھ تین طلاق کے فیصلے کو سنت کے مطابق قرار دیا اور حضرت عوییر عجلانیؓ کے لعان والے واقعہ کو دلیل بنایا، امام ابوحنیفہ اور امام مالکؓ نے حضرت محمود بن لبیدؓ والی روایت کو دلیل بنایا کہ اس کو گناہ اور بدعت قرار دیا۔ ان دو حدیثوں کے علاوہ ایک ساتھ تین طلاق کی کوئی متفقہ روایت کسی کے ہاں بھی نہیں اور ان دونوں روایتوں میں بھی حلالہ کے متعلق کوئی دور دور کا تصور بھی نہیں، لعان کی صورت میں تو قرآن نے عدت میں چھوڑنے کی بھی وضاحت کی ہے اور محمود بن لبیدؓ والی روایت میں وہ شخص موجود نہ تھا جس پر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ناراضی اور اللہ کی کتاب سے کھلینے کی بات ہے۔ غصبنا ک تو نبی ﷺ ابن عمرؓ پر بھی ہوئے مگر اسلنے نہیں کہ رجوع کی گنجائش ختم ہو گئی بلکہ صحیح مسلم کی مضبوط روایت میں ایک ساتھ تین طلاق دینے کا ذکر ہے۔

امام ابوحنیفہؓ نے احادیث کے ذخائر سے ایک حدیث کیوں لی اور امام شافعیؓ نے عوییر عجلانیؓ کی حدیث پر اکتفاء کیوں کیا؟۔ وجہ ظاہر ہے کہ احادیث صحیحہ کے تمام واقعات میں الگ الگ طلاقوں کی وضاحت ہے۔ ان دو احادیث پر بھی دونوں کا اتفاق نہیں، البتہ دونوں اس پر متفق ہیں کہ ایک ساتھ تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں۔ اگر واقع نہ ہوں تو عورت دوسری جگہ عدت کے بعد بھی شادی نہ کر سکتی۔ یہ حضرت عمرؓ کے فیصلے اور صحابہؓ کے فتوے کی تائید ہے لیکن طلاق کا واقع ہونا الگ چیز ہے، پھر صحیح کی شرط پر رجوع کے حق کی بات الگ ہے اور ان سب سے انوکھی اور عجوبہ چیز حرمت اور حلالہ کا حکم لگانا تھا، جس میں صریح و کنایہ الفاظ کی بھرمار سے معروف طلاق و رجوع کے احکام کو منکرات کا وہ ڈھیر بنایا گیا کہ یہود کو بھی شرم آئے۔

2: دارالعلوم کراچی کے اس فتویٰ میں احادیث اور ان کا تجزیہ

صحیح بخاری کی ان روایات میں یہ ذکر ہے کہ ایک شخص نے بیوی کو تین طلاق دی، پھر اس نے شادی کی اور اس نے طلاق دی اور اس نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ کیا پہلے کیلئے حلال ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، یہاں تک وہ اسکا شہد (مٹھاں) چکھ لے اور یہ اس کا شہد چکھ لے۔ دوسری روایت میں ہے کہ رفاعہ القرظیؓ کی بیوی نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ مجھے رفاعہ نے طلاق دی اور میری طلاق منقطع ہو گئی، پھر میں نے عبدالرحمٰن بن زبیرؓ سے شادی کی، اسکے پاس دوپٹہ کے پلوکی طرح ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہے؟، کہا کہ ہاں! فرمایا کہ نہیں یہاں تک تو اس کا شہد چکھ لے اور وہ تمہارا شہد چکھ لے۔ حضرت ابو بکرؓ وہاں بیٹھے تھے، خالدؓ دروازے کے پاس اجازت کا انتظار کر رہے تھے، خالدؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ نبی ﷺ کے سامنے کس طرح اظہار ہو رہا ہے؟۔ (ترجمہ: فتویٰ دارالعلوم کراچی)

ان روایات میں یہ واضح ہے کہ تین طلاقوں دیں اور پھر شادی کی۔ کیا مرحلہ وار تینوں عدت کے بغیر دوسری شادی کا تصور ہو سکتا ہے؟۔ جس خاتون کو حیض آتا ہو تو تین طہر پر تین مرتبہ طلاق کے فعل کا اطلاق ہوتا ہے۔ طلاق منقطع ہونے سے اگر فدیہ کی صورت ہی مرادی جائے تو قرآن و سنت اور شرعی قواعد و اصول میں تطبیق ہو سکتی ہے۔ رفاعہؓ سے طلاق لینے کا فیصلہ ہی عبدالرحمٰن بن زبیرؓ کیلئے کیا ہوگا لیکن پھر معاشرتی دباو کے سامنے ہتھیار ڈال کرو اپسی کا فیصلہ کیا ہوگا اور الزام لگایا ہوگا کہ وہ نامرد ہے اسکے علاوہ کوئی صورت نہیں بنتی۔ فقہ کی کتابوں میں حلالہ کیلئے جو شرمناک صورتحال لکھی گئی ہے، حدیث میں درج صورتحال سے کسی نامرد کے ذریعہ حلالہ کا فقہی حکم حاصل بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ بھی کنفرم ہے کہ رفاعہؓ نے الگ الگ تین طلاقوں دی تھیں جو بخاری میں ہے، اس کو اس فتویٰ کے حوالہ سے لکھنا بھی بہت بڑی خیانت ہے۔

رکانہؓ کے والد نے رکانہؓ کی ماں کو تین طلاقوں دیں، کسی عورت سے شادی کی، اس نے کہا کہ رکانہؓ کے والد کے پاس بال برابر ہے یعنی نامرد ہے، نبی ﷺ نے فرمایا کہ رکانہؓ کے والد کا بیٹا اپنے باپ سے کتنا مشابہ ہے اور اس عورت کو طلاق دینے کا حکم فرمایا اور اس کو رکانہؓ کی ماں سے رجوع کرنے کا حکم دیا، انہوں نے عرض کیا کہ وہ تین طلاق دے چکا، نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے اور سورہ طلاق کی آیات کی تلاوت فرمائی۔ (ابوداؤد)۔ یہ مرحلہ وار تین طلاقوں تھیں۔

دونوں واقعات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ رفاعہؓ کی بیوی کے واقعہ کو سورہ بقرہ کی خاص صورت پر محمول کیا جائے جس میں تیسرا طلاق کو الگ الگ مرتبہ کے علاوہ فدیہ کی صورت بھی ہو اور رکانہؓ کے والد کے واقعہ میں سورہ طلاق کی صورت پر محمول کیا جائے جس میں تین الگ الگ طلاق اور آخر میں گواہوں کے مقرر ہونے کے باوجود رجوع کا دروازہ غیر مشروط طور پر کھلا ہے۔ حنفی مسلم کے ممتاز مزاج کا تقاضہ یہ تھا کہ قرآن و احادیث میں تطبیق کی راہ تلاش کرتے۔ رفاعہؓ کی حدیث کے علاوہ کوئی ایک بھی صحیح حدیث نہیں جس میں حلالہ کی بات ہو، اس میں بھی تطبیق کی راہ نکالنے کی ضرورت تھی جو نہیں نکالی گئی اور اگر جرح و تعلیل کی راہ اپنائی جاتی تو اس سے مضبوط اور واضح روایات کی تردید کی گئی ہے جن میں کچھ درست اور کچھ

بالکل غلط رویہ ہے۔ علاوہ ازیں رفاقت کے واقعہ کے مطابق مرحلہ وار طلاق کو بھی شرط قرار دیا جاتا تو حلالہ کا راستہ بند ہو جانا تھا۔ قرآن و سنت میں عدت کے تین مراحل میں تین مرتبہ طلاق کی وضاحت طہر و حیض سے ہے مگر حنفی مسلک نے 3 کے عدد خاص کا کلیہ اختیار کر کے نہ صرف قرآن و سنت کے واضح احکام کا پیڑہ غرق کیا ہے بلکہ ریاضی و حساب کا بھی ستیاناس کر دیا ہے۔ 3 قروءے سے حیض مراد لیا جائے تاکہ عدد ادھورا نہ بنے تو حیض کی صورت میں ہی عدد ادھورا بنتا ہے اسلئے کہ طہر میں طلاق ہو تو تین حیض کے علاوہ اس طہر کے اضافی وقت سے 3 کے عدد پر عدت میں اضافہ ہو گا اور حیض کی حالت میں طلاق دی جائے تب بھی عدت میں کمی و بیشی ضرور ہو گی۔ البتہ جس طرح روزہ رکھا جاتا ہے اور پورا پورا شمار ہوتا ہے اسی طرح سے ایک طہر کو ایک مرتبہ طلاق اور عدت کا عدد شمار کرنے سے کم یا زیادہ ہونے کا کوئی تصور لازم نہیں ہے۔

مدینہ کے 7 فقهاء میں سے سعید بن المسیبؓ کی دیانت، بے باکی اور فقاہت مشہور تھی، وہ حلالہ کیلئے شہد چکھنے والی روایت کے قائل نہ تھے، صرف نکاح کافی سمجھتے تھے۔ علامہ غلام رسول سعیدؓ نے حلالہ کی مخالفت والی روایات کو بھی ضعیف قرار دیا ہے لیکن غور کیا جاتا تو حلالہ کے جواز والی روایت بھی درست نہیں ہے۔ اسلئے کہ نامر دلالہ کے قابل بھی نہیں ہوتا اور ایک ساتھ تین طلاق، اس پر حرمت کا حکم اور اس کیلئے حلالہ کی ضرورت کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ علماء و مفتیان کو اگر اپنی عزت پیاری ہے تو وہ خواتین کی حرمت اور سب سے بڑھ کر اسلام کی حرمت کو بھی محوظ خاطر رکھیں۔ اس سے پہلے کہ معاملہ الیکٹرانک اور سوچل میڈیا میں اچھا لاجائے، فوری طور پر حلالہ کے ناجائز فتوؤں سے رجوع کا اعلان کریں۔

امام ابوحنیفہؓ جب تک موزے پر مسح کرنے کی 70 مستند احادیث نہیں ملیں تو موزہ پر مسح جائز نہیں قرار دیا، پھر موزے کیلئے سخت ترین شرائط لگادیں۔ احادیث میں بالغ مرد کی طرف سے اجنبی عورت کا دودھ پینے کا واقعہ ہے تو اس پر روایات کی بھرمار کی گئی۔ ابن ماجہ میں ہے کہ بڑے آدمی کو دودھ پلانے (رضاعۃ کبیر) پر قرآن کی دس آیات تھیں، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت چار پائی کے نیچے تھیں جو بکری کے کھا جانے سے ضائع ہو گئیں۔ احناف ان احادیث کو قرآن کیخلاف کا تصور سمجھ کر قبول نہیں کرتے۔ الہمدادیث ان احادیث کی یہ تطبیق کرتے ہیں کہ رضا عنت کیلئے چھوٹا بچہ ہونا ضروری ہے، البتہ بڑے آدمی کو عورت دودھ پلانے تو پردہ کرنے کی ضرورت نہ ہو گی مگر شادی کیلئے حرمت ثابت نہ ہو گی۔ جیسے علامہ ساجد میر جمیعت الہمدادیث کے امیر اگر کسی اجنبی عورت کا دودھ پی لے تو شرعی اسے شرعی پردہ نہ ہو گا مگر شادی کرنا جائز ہو گا کیونکہ دودھ میں نکاح کی حرمت کیلئے بچہ ہونا شرط ہے لیکن شرعی پردہ نہ کرنے کیلئے بڑے کا دودھ پینا بھی کافی ہے۔

ان روایات کو سمجھنے کیلئے یہ بات نوٹ کر لینی چاہیے کہ حدیث میں کسی ایک واقعہ کا ذکر مختصر اور تفصیل سے مختلف الفاظ میں ہوتا ہے۔ رفاقت الفاظ کا واقعہ ہی لے لیجئے۔ بخاری کی مختلف روایتوں میں اس کا ذکر ہے، ایک روایت میں ہے کہ تین طلاقیں دی تھیں، ایک میں یہ ہے کہ پھر تین طلاقوں میں سے آخری طلاق دیدی۔ یعنی تین طلاقیں الگ الگ دیں۔ دونوں صحیح روایتوں میں تطبیق کا فطری راستہ یہ ہے کہ ایک میں اجمانی طور پر واقعہ کا ذکر ہے کہ تین طلاقیں دی تھیں۔ دوسرا روایت

میں تفصیل ہے کہ تین طلاقوں کا لگ دی تھیں۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اکٹھی تین طلاقوں بھی دی تھیں اور اگر لگ بھی دی تھیں۔ پھر تطبیق کی بجائے روایات میں تضاد ہو گا اور ایک روایت درست اور دوسری غلط ہو گی۔

وفاق المدارس کے صدر مولانا سلیم اللہ خان نے لکھا ہے کہ ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاقوں ایک ساتھ واقع ہو جاتی ہیں، دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاقوں کا لگ دینی چاہیں۔ (کشف الباری: الطلاق)۔ مولانا سلیم اللہ خان فقیہ نہیں اسلئے اتنا بڑا مغالطہ کھایا۔ امام مالک^{رض}، امام شافعی^{رض}، امام احمد حنبل^{رض} تینوں کا یہ مسلک ہے کہ ”مرد اپنے خلاف جب تک چار مرتبہ گواہی نہ دیگا، اس پر حد جاری نہ ہوگی اور عورت ایک مرتبہ بھی اپنے خلاف بدکاری کی گواہی دیگی تو اس پر حد جاری کر دی جائیگی“۔ وجہ یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت نے اپنے اوپر گواہی دی تو اس پر حد جاری کی گئی۔ امام ابوحنیفہ^{رض} کا موقف یہ ہے کہ ایک روایت پر فتویٰ دینے کے بجائے واقعہ کی تمام روایتوں کو تفصیل سے دیکھا جائے۔ اس عورت کوئی مرتبہ گواہی کے بعد واپس لوٹایا گیا، یہاں تک کہ گمان کیا گیا کہ وہ واپس نہ آئیگی۔ ایک لمبے عرصہ تک اسکونا لئے کی کوشش کی گئی، واقعہ کی تمام روایات کو دیکھ فتویٰ ترتیب دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔

سوچنے کی بات ہے کہ جمہور نے کس قدر بے احتیاطی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک روایت کے اجمال کو دیکھ کر مذہب بنالیا تھا؟، حالانکہ جب ایک واضح حدیث میں نبی ﷺ نے خاتون کی گواہی کو قبول کرتے ہوئے زنا باجر میں ایک شخص کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا تو پھر بھی یہ متفقہ اور خود ساختہ مسلک بنایا گیا ہے کہ ”حد میں عورت کی گواہی قبول نہیں ہے“۔ پھر ایک گواہی پر عورت کی خلاف حد جاری کرنے پر جمہور کیسے متفق ہوئے؟۔ قرآن و سنت اور فقہ کی کتابوں سے جو فتاویٰ کی کتابیں ترتیب دی گئی ہیں، ان پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ اگر علماء و مفتیان اور دانشوروں کی ایک ٹیم تشکیل دی جائے، مٹھنڈے دل و دماغ کیسا تھہ تمام معاملات کو زیر یغور لایا جائے تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے تمام مکاتب فکر کے لوگ ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہوں گے۔

احادیث صحیحہ کے ذخیروں کا یہ فائدہ ہے کہ جہاں رفاقتی بیوی کے حوالہ سے حلالہ کا ذکر ہے وہاں کسی بھی روایت میں یہ جھوٹ نہیں گھرا گیا کہ ایک ساتھ مجموعی تین طلاقوں کی بات کی گئی ہو، جبکہ حضرت فاطمۃ بنت قیسؓ کے واقعہ میں حلالہ کے تصور کا کہیں ذکر نہیں، احادیث صحیحہ میں یہوضاحت بھی ہے کہ ان کو اگر لگ تین مرتبہ طلاقوں دی گئی تھیں مگر وہ روایات بھی ہیں جن میں ایک ساتھ آن واحد میں تین طلاقوں کی روایتیں گھری گئی ہیں۔ جب صحیح احادیث میں یہ موجود ہے کہ رفاعة القرطی^{رض} کی بیوی کو تین طلاقوں کا لگ دی گئی تھیں، جب طلاق منقطع ہوئی تو دوسری جگہ شادی ہوئی۔ تو کیا پھر بھی ان واقعات کی بنیاد پر قرآن و سنت کے صریح احکام کے خلاف یہ فتویٰ دینا جائز ہے کہ ایک ساتھ تین طلاقوں واقع ہو گئیں، عدت کا انتظار کرو، رجوع کی گنجائش حلالہ کے بغیر نہیں؟۔ خدارا مفتی حضرات! مسلمانوں اور اسلام کو کیوں بتاہ کر رہے ہو؟۔ جب اللہ تعالیٰ نے عدت میں رجوع کو صلح کی شرط پر واضح کر دیا ہے تو وہ کوئی ایک بھی ایسی حدیث ہے جس میں قرآن

کے برعکس عدت میں ہی باہمی رضامندی کے باوجود رجوع کے حق کو منسون خ کر دیا گیا ہو؟۔ تھب کی ایسی عینک پہننے سے جو آنکھوں کیسا تھد دلوں کو بھی انداھا کر دے کوئی شرعی مسئلہ نہیں بن سکتا۔ جس طرح حمل میں طلاق دی جائے تو بچے کی پیدائش تک خود بخود عدت ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح سے حیض والی عورت کی تین مرتبہ طلاق طہروں کے ذریعہ ہی اپنے انجرام کو پہنچتی ہے۔ اس میں اختیاری بات نہیں ہوتی بلکہ عدت کے تین مراحل میں دو مرتبہ طلاق اور پھر تیسری بار معروف طریقہ سے رجوع یا احسان کیسا تھر رخصت کرنے کا حکم روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ اہل تشیع نے اہلسنت کے رد عمل میں ہر مرحلے پر ہر مرتبہ کی طلاق میں جس طرح گواہوں کے مقرر کرنے کا مسئلہ وضع کیا وہ بھی قرآن و سنت کے منافی ہے۔

قرآن نے عدت کے تین مراحل کی تکمیل کے بعد سورۃ طلاق میں رجوع کی صورت میں نہیں بلکہ الگ کرنے کی صورت میں دو عادل گواہوں کا حکم فرمایا ہے اور پھر بھی یہ نہیں فرمایا ہے کہ رجوع کا دروازہ اللہ نے بند فرمایا ہے۔ مذہبی طبقہ عجیب مخلوق ہے، اللہ نے طلاق کے حوالہ سے عدت کے عمل کی وضاحت فرمائی ہے جس کا تعلق علیحدگی کے عمل سے ہے، رسول اللہ ﷺ نے علیحدگی کے عمل کو مرحلہ وار ہونے کی صورت میں اچھے طریقہ سے واضح بھی فرمایا ہے لیکن یہ اسکے باوجود طلاق کی حدود و قیود میں لامتناہی بحث و تجھیص کا شکار ہوتے ہیں کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟۔ آدھے سے کم بچہ پیدا ہوا تو رجوع کی گنجائش نہیں زیادہ ہوا تو ہے۔ فضول قسم کے مسائل نے یہود و نصاریٰ کی طرح دین کی شکل ہی بگاڑ دی ہے۔

یہ متفقہ اصول ہے کہ جب بات قرآن میں واضح ہو تو احادیث کی طرف دیکھنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں، قرآن میں بات واضح نہ ہو تو احادیث کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، مثلاً قرآن میں اللہ نے گروہوں کے بڑے کیلئے امام کا لفظ استعمال کیا ہے جو مومنوں اور مسلمانوں کا ہی نہیں ہوتا بلکہ کفر و گمراہی کے سرداروں کو بھی ائمہ (امام) کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یوم ندعوا کل انساں بامامہم ”اس دن (آخرت) ہم سارے لوگوں کو ائمہ کے ساتھ بلا میں گے“۔ تبلیغی جماعت کے بزرگ اور فضائل اعمال کے مصنف شیخ الحدیث مولانا زکریا نے لکھا ہے ”بعض لوگوں نے اس آیت میں امامہم سے مغالط کھایا، اسکو ام (ماں) کی جمع سمجھا، حالانکہ ام کی جمع امہات ہے امام نہیں، پھر امہاتھم ہونا چاہیے تھا، اس مغالطہ کی وجہ سے یہ مشہور کر دیا کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی ماں کے نام پر پکارا جائیگا، اسلئے کہ باپ کی اولاد ہونے کا بھروسہ نہیں ہوتا، پھر احادیث بھی گھردیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”سب کو ان کی ماں کے نام سے پکارا جائیگا لیکن عمر بن خطابؓ بہت غیرت والے ہیں اسلئے باپ کے نام سے پکارا جائیگا“۔

حالہ سے دلچسپی اور مفاد کیلئے روایات گھڑی گئیں جن سے جان چھڑائیں مگر شیعہ کو بھی اپنے موقف پر نظر ثانی کریں، خمینی سے پہلے بارہ امام کے علاوہ کسی کو امام کہنا جائز نہ سمجھتے تھے، حالانکہ قرآن میں کفر کے اماموں کا بھی ذکر ہے۔

3: دارالعلوم کراچی کے فتویٰ میں فقہی کتاب کا حوالہ اور اس کا تجزیہ

دارالعلوم کراچی کے مفتی تقیٰ رنگونی نے آخری حرہہ استعمال کرتے ہوئے لکھا (ترجمہ) کہ ”اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

اگر تین طلاقیں آزاد عورت میں ہوں اور دو طلاق لوٹدی میں ہوں تو حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ کسی اور سے نکاح کر لے، صحیح طور پر، وہ اس میں داخل کر دے، پھر وہ اس کو طلاق دیدے یا اس سے فوت ہو جائے، اسی طرح حدایہ میں ہے۔ اور اسکی میں فرق نہیں ہے کہ عورت مدخول بہا ہو یا نہیں، یہی فتح القدر یہ میں ہے۔ اور شرط یہ ہے کہ اس کا داخل کرنا غسل کو واجب کرے، اور وہ دو ختنوں کی جگہوں کا ملاپ ہے، اسی طرح عینی شرح کنز میں ہے۔

قارئین! حلوے سے زیادہ حلالہ کیلئے بہانہ تراشنے والوں کی کیفیت کا اندازہ اس سے بھی لگائیں کہ آزاد عورت کو تین طلاق پر حلالہ کا فتویٰ دیا گیا اور لوٹدی کو دو طلاق پر حلالہ کا فتویٰ دیا۔ یہ بات تو روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ علماء و مفتیان نے قرآن کی جس آیت میں تیسری طلاق کو بنیاد بنا کر حلالہ کا جواز پیش کیا تھا، تو نص صریح کیخلاف دو طلاق پر بھی یہ فتویٰ ہے کہ حلالہ کروانا پڑیگا۔ مطلب یہ ہے کہ ”قرآن سے دلیل مقصود نہ تھا بلکہ حلالہ کے جواز کیلئے بھانچیں کھلی ہیں“۔ حدیث میں ہے کہ ”اسکا شہد (مٹھاں) چکھ لے، جیسا کہ پہلے شوہرنے چکھا تھا“، اور فتویٰ یہ ہے کہ ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی جائے تو بھی حلالہ ضروری ہے، حالانکہ ہاتھ لگانے سے پہلے جس نے طلاق دی ہے اس نے مٹھاں نہیں چکھی مگر ان کو حدیث نہیں حلالہ سے دلچسپی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ غلام کی دو طلاقیں ہیں اور لوٹدی کی عدت دو حیض ہیں۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ آزاد تین طہروں میں طلاق کے تین مرحلوں کا حقدار ہے اور غلام اسکے مقابلہ میں دو طہروں میں طلاق کے دو مرحلوں کا حقدار ہے۔ آزاد عورت تین حیض تک انتظار کرے گی اور لوٹدی دو حیض تک انتظار کرے گی۔ حلالہ کیلئے اصول و قواعد کی رسیاں توڑنے والے فقهاء گرامی کا اندازہ لگانے کیلئے اس بات پر غور کیا جائے کہ اس سے زیادہ صحیح تر حدیث میں ہے کہ ”خلع کی صورت میں شوہر کی ایک طلاق ہے اور عورت کی عدت ایک حیض ہے“۔ یعنی شوہر ایک طہر کی پرہیز کریگا اور عورت ایک حیض تک عدت گزاریگی، مگر فقهاء کہتے ہیں: ”حدیث بالکل درست ہونے کے باوجود قابل عمل اسلئے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تین حیضوں کی وضاحت کی ہے۔“

تین حیضوں کی وضاحت نظر آنے والوں کو شرائط سے مربوط تیسری طلاق کے بغیر حلالہ کے جواز کی عبارتیں اسلئے عدمہ لگتی ہیں کہ ان میں ان کی وہ ذاتی خواہشات اور مفادات ہیں جو اچھے بھلوں کو دل کا اندازہ کر دیں۔ اصلی اندازوں ہی ہوتا ہے جو دل کا اندازہ ہو۔ پھر ان کی آنکھیں ہوتی ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں، انکے کان ہوتے ہیں مگر ان سے سنتے نہیں، انکے دل ہوتے ہیں مگر ان سے سمجھتے نہیں، وہ جانوروں کی طرح ہوتے ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔ (القرآن)

حالہ کے حوالہ سے بات کو اتنا پھیلایا گیا ہے کہ تمام حدود و قیود کو بالائے طاق رکھ کر کرایہ کے بکروں نے اس لعنت میں ساری زنجیریں توڑ دی ہیں۔ فقہ کی مشہور کتاب حدایہ کا تڑ کا یہ لگایا گیا ہے کہ لوٹدی کی دو طلاقوں میں بھی حلالہ کے بغیر چارہ نہیں جبکہ طلاق کا مالک شوہر ہوتا ہے تو غلام کی دو طلاقوں پر فتویٰ ہونا چاہیے تھا۔ لوٹدی تو عدت گزارتی ہے، جب لوٹدی

کی عدت کے دو مراحل قابل قبول ہیں حالانکہ قرآن میں تین مراحل کے انتظار کا حکم ہے تو پھر خلع کی صورت میں بھی ایک مرحلہ جیض کی عدت قابل قبول ہونے میں حرج نہ ہونا چاہیے تھا۔ عدت میں تو ویسے بھی اختلاف اور رعایت قابل قبول ہے۔ حمل کی صورت میں عدت کم زیادہ ہو سکتی ہے۔ عدت وفات میں چار ماہ دس دن کی وضاحت ہے اور حمل کی صورت میں اس سے کم عدت کو بھی درست قرار دیا گیا ہے۔ حلالہ کے حوالہ سے توسعہ پسندانہ عزائم رکھنے والوں کا تعاقب اسلئے ضروری ہے کہ ان لعینوں نے قرآن و سنت کے واضح احکامات سے روگردانی اختیار کر کے خاندانوں کو بتاہ اور بہت سی عزتوں کو پامال کر دیا ہے۔ جب تک دنگ انداز میں ان کو روکانہ جائے یہ رکنے والے نہیں۔

پھر فتح القدیر کے حوالہ سے حلالہ کی وسعتوں کو بڑھاوا دینے والوں نے مزید اپنے منصب کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے لکھا ہے کہ ”تین طلاق میں مدخل بہا اور غیر مدخل بہا برابر ہیں“۔ یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ نے طلاق کی عدت کے تین مراحل کے پس منظر میں تین مرتبہ طلاق کی جو وضاحت فرمائی ہے، اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ جہاں عدت نہ ہو، وہاں مختلف مرتبہ طلاق کا کوئی تصور بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”اگر ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی تو ان پر تمہارے لئے کوئی عدت نہیں، جس کو تم شمار کرو“۔ جب عدت نہیں تو ایک سے زیادہ مرتبہ طلاق کا بھی کوئی تصور نہیں ہو سکتا مگر فتح القدیر کے حوالہ سے لکھا گیا ہے کہ ہاتھ لگانے سے پہلے تین طلاق دیدی جائیں تو بھی حلالہ کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

اگر اپنے اصول و قواعد کا لحاظ رکھا جاتا تو حلالہ کے جواز میں اندھے پن کا شکار ہونے والا طبقہ یہ بھی لکھ سکتا تھا کہ ”غلام کی دو طلاق پر حلالہ کروانا پڑیگا، اسلئے کہ اس کی حقیقی طلاقیں دو ہیں اور ہاتھ لگانے سے پہلے غیر مدخل بہا کی حقیقی طلاق ایک ہے، اسلئے اس کو محض طلاق پر بھی حلالہ کرنا پڑیگا اور خلع میں ایک طلاق کے بعد بھی حلالہ کرنا ہوگا“۔ اگر ان علماء و مفتیان کا راستہ نہیں روکا گیا تو آئندہ بعید نہیں کہ میری تحریریات کی روشنی میں حلالہ کی توسعہ میں مزید اضافوں کو وجود بخیشیں۔

احمقوں کی جنت میں رہنے والے اپنی کتابوں پر اٹھنے والے اعتراضات کا جواب دینگے یادست بستہ ہو کر ملت اسلامیہ سے معافی مانگ لیں گے؟۔ یہ بھی سوال ہے کہ غلام کی بیوی آزاد ہو تو غلام کی دو طلاقوں کو حقیقی شمار کیا جائیگا جس سے حلالہ کیلئے راستہ ہموار ہو، یا عورت میں تین طلاق کی صلاحیت کی وجہ سے دو طلاق کافی نہ ہوگی؟۔ ایسی گنگا بہانے والے سومناتی بتائیں کہ طلاق میں مرد نہیں بلکہ کیا عورت کا اعتبار ہوگا؟، حالانکہ طلاق مرد کی معتبر ہو تو اعتبار مرد کے اختیار کا ہونا چاہیے تھا۔ فتویٰ میں عورت کو اصل قرار دیکر کیا فقة دانی کی گئی ہے؟۔ یا طلاق کی شرعی حیثیت سے بڑھ کر صرف حلالہ کا حلوب مطیع نظر تھا؟۔ قرآن و سنت اور عرف عام کو چھوڑ کر امام ابوحنیفہ کے مسلک کا نام استعمال کرتے ہوئے جس قسم کی جہالتوں کا مظاہرہ کیا گیا ہے اور جو احادیث گھڑ اور جو صحابہؓ اور ائمہ مجتہدینؐ کے نام پر اقوال جھٹر لئے گئے ہیں اگر لوگوں کو بات سمجھ میں آگئی تو مذہبی طبقہ کے کاروبار زندگی میں پت جھٹڑ اور اسلام کے احکام میں بہار آجائے گی اور اسلامی انقلاب سے امت مسلمہ زوال کی پستیوں سے نکل کر انسانیت کے معراج پر جا پہنچے گی۔ امت مسلمہ کو دراصل قرآن سے دوری کی سزا مل رہی ہے۔

اتمام جحت کے بعد بھی کیا حالے کے نام پر خواتین کی بے حرمتی کا جواز ہے؟۔ اعنیں گیلانی

طلاق: معروف علیحدگی

طلاق کی دو اقسام

طلاق کا تعارف

طلاق یک طرفہ الفاظ نہیں بلکہ شوہر بیوی کی علیحدگی کا معاملہ ہے۔ سورہ طلاق میں ادا طلق تم النساء فطلقوهن بعد تھن جب عورتوں کو تم طلاق دو تو عدت تک کیلئے طلاق دو۔ اسکا مقصد بیوی کو چھوڑنے کا عمل ہے، اگر طلاق کی ملکیت کافقدہ کے مسائل کی طبق تصور ہو تو مخصوص مدت تک کیلئے طلاق کا کوئی تک نہیں بنتا، علماء نے اسی وجہ سے آیت کے ترجمہ اور تفسیر میں مغالطہ کھایا ہے، اگر سادہ لفظوں میں کہا جاتا کہ ”بیوی کو چھوڑو تو عدت تک کیلئے چھوڑ دو“ پھر ترجمہ و تفسیر میں کوئی مشکل پیش نہ آتی، ہر آدمی قرآن کی زبان کو سمجھ لیتا۔ قرآن اللہ نے آسان اور مولوی نے اس کو مشکل بنادیا۔ عدت کی تجھیل پر رجوع نہ ہو تو دو عادل گواہ کا حکم ہے، سورہ طلاق: 2

کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان شرع کہ بڑا بھائی ماں کے پیٹ میں تھا تو والد نے اس کی ماں کو طلاق دے دی۔ پھر وہ پیدا ہو رہا تھا تو پیدائش کے عین نصف میں باپ نے رجوع کر لیا، یہ رجوع شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اسکے بعد چھوٹے بھائی کی حیثیت کیا ہو گی جائز یا ناجائز؟ دوسروں کی عزت ناجائز لوٹنے والا سوچئے

ہاتھ لگنے کے بعد عدت ہے

ہاتھ لگنے کے بعد طلاق میں عدت ہے۔ بیوی سے قسم کھائی تو چار ماہ کا نظر ہے جیس کی صورت میں تین ادوار کا انتظار ہے جمل والی کیلئے وضع جمل بچے کی پیدائش ہے جیس نہ آتا ہو یا شک ہو تو عدت تین ماہ ہے عدت کی یہ صورتیں قرآن میں واضح ہیں۔ اللہ نے عدت میں عورت پر انتظار فرض اور صلح کی شرط پر شوہر ہی کو عدت میں رجوع کا حقدار قرار دیا ہے عدت میں صلح نہ ہو تو عورت دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے مگر بیوی راضی ہو تو عدت کے خاتمہ پر شوہر معروف رجوع کر سکتا ہے، اگر عورت ناراضی ہو کر گئی اور طلاق کی عدت پوری ہو گئی تو بھی باہمی رضامندی سے نکاح معروف طریقہ سے ہو سکتا ہے، اسی میں معاشرے کی زیادہ طہارت اور پاکی ہے (ابقرہ: 231، 232، الطلاق: 2)۔ مسئلہ 26: بچے کا اکثر حصہ باہر آچکا تو رجعت نہیں کر سکتا مگر دوسرے سے نکاح اس وقت حلال ہو گا کہ پورا بچہ پیدا ہو لے (ردمختار، طلاق ج 5، ص 193، علامہ غلام رسول سعیدی، نعم الباری شرح بخاری ج 10 ص 766)



علامہ غلام رسول سعیدی

ہاتھ لگے بغیر طلاق کی عدت

”اے ایمان والو! جب تم نکاح کرو ایمان والیوں سے، پھر ان کو چھوڑ دو اس سے پہلے کہ ان کو ہاتھ لگاؤ، پس ان پر تمہیں کوئی حق نہیں عدت کا کہ اس کی کتنی پوری کراو، سو ان کو خرچ دو اور رخصت کرو خوبصورتی کیسا تحریخ صحت کرنا“۔ (الاحزاب: 49)

ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی تو عدت نہیں، خوش اسلوبی سے خصتی کا حکم ہے، علماء نے طلاق کو علیحدگی کا معاملہ سمجھنے کے بجائے تین طلاق کو الفاظ کا گور کہ دھنہ بنالیا، کونسے جملہ سے کس کے نزدیک پہلی اور تیسرا طلاق؟، یہ بحث درسِ نظامی کی ”نور الانوار“ کا حصہ ہے، شوہر تین طلاق کا مالک نہیں ہوتا بلکہ طہر و حیض والی عدت میں تین ادوار میں رجوع کا حق رکھتا ہے، اگر عدت کی کتنی نہ ہو تو تین مرتبہ طلاق کی کیا حیثیت ہو گی؟ لیکن افسوس کہ علماء نے طلاق کی ملکیت کا عجب تصور بنالیا، ایک طلاق کے بعد عورت دوسری شادی کر لے تو بھی سابقہ شوہر دو طلاق کا مالک رہتا ہے یہ بھی کہ خالی دوسری طلاق باقی رہتی ہے۔



مفتي نقی عثمانی دیوبندی مفتی اعظم پاکستان مفتی رفعی عثمانی

ہاتھ لگانے کے بعد کی طلاق

ہاتھ لگانے کے بعد طلاق میں حرج ہے، شادی کے بعد عورت کنواری نہ ہونے کی وجہ سے محروم ہوتی ہے، بچے تباہ، معاشرہ میں ناپاکی اور گندگی کی صورت حال پیدا ہوتی ہے، اللہ نے باہمی رضاۓ صلح کی لازمی ”عدت“ رکھی ہے تاکہ صلح و رجوع کی تمام کوششیں اور جھیلیں پوری ہوں، جب ہر طرح کی کوشش سے صلح نہ ہو تو عورت عدت کے بعد دوسری جگہ شادی کر سکے۔ عدت کے خاتمے پر دو عادل گواہ کا حکم دیا گیا۔ قرآن و سنت اور شریعت و فطرت کے برعکس حلالہ کی لعنت کی ہوں نے خود ساختہ طلاقوں کی بیشمار صورتیں راجح کر کے فقہی مسائل کی بدترین شکلیں اختیار کر لیں جسکی وجہ سے سپریم کورٹ اور مدارس میں بڑا زبردست تصادم ہے۔ طلاق صرخ و کنایہ کے الفاظ سے صلح کا راستہ روکا جاتا ہے اور خواتین کو حلالے کا شکار کیا جاتا ہے، مولانا محمد خان شیرانی، مفتی تقی عثمانی، مفتی منیب الرحمن، علامہ طاہر القادری کیخلاف کیس کرنا پڑی گا یا خود حق کا اعلان کریں گے؟۔



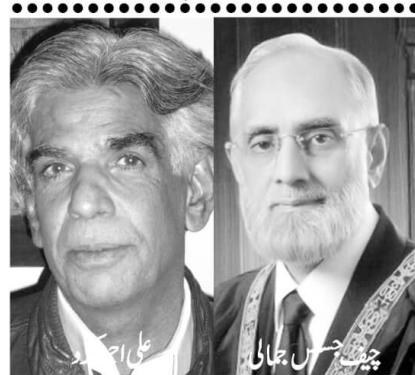
بریلوی مفتی عظم مفتی اسلام نظریائی کونسل شیرانی

معروف کی جگہ منکر طلاق

طلاق کی وضاحت

تصاد کا بدترین نتیجہ

سپریم کورٹ آف پاکستان کا فیصلہ آیا ہے کہ ”محض طلاق کہنے سے بیوی کو طلاق نہیں ہو جاتی، قانونی پر اس مکمل کرنے کے بعد ہی طلاق موثر ہوگی، نان نفقہ دینے کا فیصلہ برقرار، چیف جسٹس انور ظہیر جمالی کی سربراہی میں ڈویژن نچ کا فیصلہ۔“ علماء و مفتیان کے نزدیک محض تین طلاق کے الفاظ سے ہی نہیں بلکہ کنایہ لفظ سے بھی اگر شوہر کی نیت تین طلاق کی ہو تو تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں جسکے بعد حلالہ کی لعنت کروائے بغیر شوہر کیلئے حلال نہیں۔ کیا پاکستان اسلام کے نام پر اس اندھیر غیری کیلئے بنا تھا؟۔ چیف جسٹس، آرمی چیف، وزیر اعظم، چیئرمین سینٹ اور تمام اصحاب حل و عقد کیلئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ ایک ہی ملک میں اس طرح کا تصاد کیوں راجح ہے؟ یہ ملک گدوں، گھوڑوں اور خچروں کا ہے یا انسانوں اور خصوصی طور پر مسلمانوں کا؟۔



علی احمد جمالی چیف جسٹس جمالی

ہاتھ لگانے سے پہلے کی طلاق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہارے اوپر کوئی حرج نہیں، اگر ہاتھ لگانے سے پہلے عورتوں کو طلاق دی، حق مہر مقرر نہ کیا ہو، تو انکو نواز دو، امیر اپنی حیثیت کے مطابق اور غریب اپنی حیثیت کے مطابق۔ نوازش معروف طریقہ سے ہو، نیکو کاروں پر یہ حق ہے۔ اور اگر تم نے ان کو طلاق دی ہاتھ لگانے سے پہلے اور حق مہر بھی مقرر کیا ہو تو مقرر کردہ کا نصف حق مہر مگر یہ کہ عورتیں معاف کر دیں (نصف بھی نہ لیں) یا وہ معاف کر دے جسکے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے (پورا حق مہر دیدے) اور یہ کہ معاف کرو! یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور نہ بھولو آپس میں ایک دوسرے پر فضل کرنا۔ پیشک اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے (آلہ بقرہ: 236، 237)

عوام کو پتہ چل جائے تو ہاتھ لگائے بغیر رشتہ ختم کرنے پر دشمنی کا سلسلہ نہ رہے۔ علماء کاسارا نصاب تعلیم ہاتھ لگانے سے پہلے کی تین طلاق کی منکر صورتوں سے بھرا چڑا ہے لیکن پڑھنے اور پڑھانے والوں نے بھی حقائق پر غور کرنے کی زحمت نہیں کی۔



دریڈندری شیخ الاسلام عثمانی بریلوی شیخ الاسلام قادری

آیت فان طلقها فلا تحل له کو سیاق و سباق سے اور حضرت عمرؓ کے حکم کو سمجھنے کی ضرورت ہے اٹھار طلاق کے بعد رجوع

انتظار کی لازمی مدت

اٹھار کے بغیر طلاق ایک عمل

رجوع طلاق کی عدت میں صلح کی شرط پر ہے، حضرت عمرؓ سے پہلے اکٹھی تین طلاق کو ایک سمجھا جاتا تھا، شوہر تین مرحلے تک رجوع کر لیتا مگر عورتوں کو اعتراض نہ تھا، پھر خواتین کے احتجاج پر حضرت عمرؓ نے فیصلہ کیا کہ تین کو تین سمجھا جائیگا، شوہر رجوع کا حق کھو دیگا، اگرچہ شوہر کو قرآن نے یکطرفہ رجوع کا حق نہ دیا تھا مگر شوہروں کا تو یہ حال تھا کہ مرحلہ وار تین شادی نہ کرنے دیتے، انصار کے سردار سعد بن عبادہؓ کے بارے میں بخاری میں ہے۔ اور لیلیڈی ڈیانا بھی اسی وجہ سے ماری گئی۔

الا ان يخافوا الا يقينا حدود الله
فإن خفتم... فلا جناح عليهما فيما
فتقدت به... فان طلقها فلا تحل له
يعنى اگر ان دونوں کو خوف ہو (باہوش و
حوال) اور تمہیں بھی خوف (آئندہ رابطہ
نہ رکھنے پر متفق ہوں) ہوتے عورت کی طرف
سے فدیہ دینے میں دونوں پر حرج نہیں...
طلاق دینے کے بعد اس کیلئے حلال نہیں۔

اس طلاق کا تو مرحلہ وار تین طلاق سے بھی
واسطہ نہ تھا، لیکن پھر اکٹھی تین اور مرحلہ وار
تین طلاقیں موضوع بحث بن گئیں، صرف
جمہور اپلست نہیں بلکہ الہحدیث واللشیع
کو بھی اپنے مسلکوں پر ازسر نوغور کرنا ہو گا۔

صلح بہر حال شرط ہے

طلاق شوہر کا حق اور رجوع صلح سے مشروط:

و بعولتهن احق بردهن في

ذلک ان اراددوا اصلاحا

”اور انکے شوہر اسی میں انکو لوٹانے کا حق رکھتے ہیں بشرطیکہ کہ صلح کا ارادہ ہو۔“

و ان خفتم شفاقت بینهما فبعثوا
حکماً من اهله و حکماً من اهله و
ان یریدا اصلاحاً یوفق الله بینهما

”اگر تمہیں ڈر ہو انکی جدائی کا تو دونوں طرف سے ایک ایک حکم تنکیل دو اگر انکا ارادہ صلح کا ہوتا اللہ دونوں میں موافقت پیدا کر لیگا“، قرآن کی وضاحت کے باوجود صلح و رجوع کیلئے عورت کی رضا کا ہمیت نہ دی گئی۔ حضرت عمرؓ نے اسلئے بتدریج تین طلاق نہیں ایک ساتھ تین طلاق پر بھی عورتوں کی سن لی اور شوہر سے یک طرف رجوع کا حق چھین لیا، مگر اسکو غلط رنگ دیا گیا۔ باہمی رضا و صلح سے بھی رجوع کا حق نہ دینا اور حلالہ کی لعنت کا حکم فقهاء کی سیاہ ترین بدعت ہے جس کا حضرت عمرؓ سے تعلق نہیں

.....
مرزا غلام احمد قادریانی نے جعلی الہام کے ذریعے ایک محمدی بیگم کیلئے بڑے پاپڑ بنیلے۔ مگر وہ ہاتھ نہ آسکی دوسرا مولوی حضرات نے حلالہ کی لعنت میں کتنی عز توں کو لوٹا؟۔

لا يؤخذكم الله بالغوغ في إيمانكم...
و ان عزموا الطلاق فان الله



عربی میں دائیں جانب کو حلف سے تعبیر کیا جاتا ہے، پشتہ میں بھی یہ رسم ہے۔ بیوی کو اپنے اوپر حرام قرار دینا بھی حلف ہے، بیوی سے نہ ملنے کی قسم کو ”ایلاء“ کہتے ہیں، کسی اور قسم کو ایلاء نہیں کہا جاتا، ایلاء میں باقاعدہ طلاق یا علیحدگی کی بات نہیں ہوتی، زندگی بھر عورت کو نکاح میں رکھ کر ازاد دوایج حق سے محروم رکھا جاتا ہے۔ اللہ نے سب سے پہلے طلاق کی یہی صورت بالکل واضح کر دی۔ عورت کو زندگی بھر انتظار کرنے کے بجائے چار ماہ کی عدت ہے اور اگر شوہر نے طلاق کا عزم کر رکھا ہوتا اس عزم کو چھپانے پر اس کی پکڑ بھی اللہ کریگا۔ اسلئے کہ طلاق کے عزم کا اٹھار کرنے کی صورت میں چار ماہ کے بجائے حیض میں تین مرحلے اور حیض نہ ہوتا تین ماہ کا انتظار ہے۔ یہ مدت باہمی رضامندی سے رجوع کیلئے لازمی ہے مگر اسکے بعد عورت پر انتظار نہیں۔ صلح کا دروازہ بند نہیں ہوتا لیکن جدا ای کیلئے عدت کا خاتمہ ضروری ہوتا ہے۔

احادیث کا بہترین نقشہ

اکٹھی تین طلاق کی وضاحت

لُعَان پر عوییر عجلانی نے بیوی سے کہا ”تین طلاق“، علامہ انور شاہ کشمیری نے ناجائز حنفی وکالت سے پیزاری کا اظہار کرنے سے قبل لکھا ”ممکن ہے کہ الگ الگ طلاق دی ہوں“، امام شافعی نے ایک ساتھ تین طلاق کو سنت قرار دینے کی دلیل کے طور پر پیش کیا، حنفیوں کے نزدیک محمود بن لبید والی روایت میں نبی ﷺ ایک ساتھ تین طلاق پر غصہ ہوئے، اسلئے یہ گناہ ہے، حالانکہ مسلم کی صحیح روایت میں ابن عمرؓ نے ایک ساتھ تین طلاق دی تھیں، بخاری میں ابن عمرؓ کے واقعہ پر نبی ﷺ غضباناً ک ہوئے لیکن یہ غصہ رجوع کا حق کھونے کی وجہ سے نہیں قرآن کی خلاف ورزی پر تھا۔ حضرت عمرؓ کے حکم کا جواز تاکہ عورت دوسری جگہ شادی کر سکے، دیگر ہے مگر حلالہ کی لعنت تو مرحلہ وار طلاقوں پر بھی نہیں، پھر صریح وکنایہ الفاظ کی ڈھیر ساری صورتیں کہاں سے آئیں؟ مولوی مرتضیٰ احمد قادریانی یہ کارنامہ انجام دیتا تو بھی صحیح امت مانا جاتا!

من گھڑت روایتیں

احادیث صحیح میں ہے کہ فاطمہ بنت قیسؓ نے عدت دوسرے کے گھر میں گزاری اور انکے شوہر نے حضرت علیؓ کیساتھ یمن جاتے ہوئے تیرے مرحلہ کی تیسری طلاق صحیح دی تو بھی روایات گھڑی گئیں کہ لفظ واحد میں فاطمہ بنت قیسؓ و تین طلاق دی گئیں، نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”جس نے بدی طلاق دی ہم اسکو جاری کر دیںگے“۔ امام حسنؓ نے حضرت علیؓ کی شہادت پر مسندِ خلافت ملنے کے بعد مبارکباد پیش کرنے والی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور پھر کہا کہ اگر میں نے اپنے والد سے نہ سنا ہوتا کہ میرے ننانے فرمایا: ایک ساتھ تین طلاق کے بعد کی گنجائش نہیں تو رجوع کر لیتا“۔ اسکے روایی کے بارے لکھا کہ ”کتنے کا بچہ راضی تھا“۔ شیعہ خود تو ایک ساتھ تین طلاق کے قائل نہیں مگر وہ راضی کتنے کا بچہ تین طلاق پر حلالہ کے قائل کسی کتنا کو ضرور شکار کرنا چاہتا ہوگا؟، مسلکی تعصب بے راہ روی کا ذریعہ بنا.....

مرحلہ وار طلاقوں کی وضاحت

احادیث کی کتابیں فقیہی مسالک راجح ہونے کے بعد مرتب کی گئی ہیں اسلئے اس میں عنوانات بھی غلط درج ہیں۔ مثلاً جمہور کے مسلک کے ثبوت کیلئے ایک ساتھ تین طلاق واقع ہونے کی دلیل میں حضرت فاطمہ بنت قیسؓ اور حضرت رفاعة القرطیؓ کے واقعات بھی پیش کئے گئے ہیں، مجمل روایتوں میں تین طلاق، تفصیلی روایات میں الگ الگ مرحلہ وار طلاقوں کی وضاحت کے بعد گنجائش نہیں کہ ایک ساتھ تین طلاق واقع ہونے کیلئے انکو دلیل کے طور پر پیش کیا جائے مگر احادیث کی کتب میں یہی کیا گیا، اس کو غلط فہمی، حماقت یا خیانت ہی کہا جاسکتا ہے۔ اس وجہ سے قرآن میں معنوی تحریف کا ارتکاب بڑی سُگین غلطی ہے جسکا اعتراض دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا انور شاہ کشمیریؓ نے صحیح بخاری کی اپنی شرح ”فیض الباری“ میں بالکل واضح الفاظ میں کیا ہے، اعلیٰ حضرت بریلویؓ کا فتویٰ نہ ہوتا تو علماء دیوبند کی احیاء دین کی کوشش رنگ لے آتی۔

اللہ تعالیٰ اور علماء و مفتیان کے اسلام میں واضح فرق

علماء و مفتیان کا اسلام فقہی مسئلے

اللہ تعالیٰ کا اسلام قرآن میں

اذ اطلقو طلاقا غليظا بلاجل بلفظ صريح او کنایه۔
 (كتب الفقه) اتخاذ الناس رؤسا جھاًلا ففتوا بغير علم
 فضلوا واصلوا ”جب وہ طلاق مغلظہ دیں بلا عدالت لفظ صریح
 یا کنایہ سے (كتب فقه)۔ لوگ جاہلوں کو پیشواینا سنیں گے، ان سے
 پوچھیں گے، خود بھی اور دوسروں کو بھی گراہ کریں گے۔ بخاری و مسلم

و قد اخذن منکم طلاقا غليظاً
 اور انہوں (بیویوں) نے تم سے طلاق مغلظہ لی۔
 نکاح کو میثاق غلیظ (پکا عہد و پیمان) کہنا بالکل فطرت
 کے عین مطابق ہے، لیکن طلاق کو غلیظ کہنے کا کوئی تک بھی
 نہیں بنتا۔ علماء و فقہاء کی اس خود ساختہ مسئلے پر جتنی زیادہ
 نہ مت کی جائے کم ہے۔ وہ مغلظہ سے مراد غلافات لیتے
 ہیں، جس سے عورت شوہر کیلئے ناپاک ہو جاتی ہے اور
 پھر جس طرح سے مرغی چھری پھیرنے سے حلال ہو جاتی
 ہے اسی طرح سے ایک ناپاک لعنتی عمل کے ذریعے سے
 عورت کو حلال کر دیا جاتا ہے جس سے عورت، اسکا شوہر،
 اسکے بچے، میاں بیوی کے خاندان والے اور دوست
 احباب، معاشرہ، ملک و ملت، انسان زمین کے اوپر
 اور زمین کے نیچے قبروں میں اور آسمان کے فرشتے اور
 اللہ رب ذوالجلال جل جلالہ کی ذات سب پر ناراضگی کی
 کیفیت طاری ہوتی ہے۔ یہ اس قرآن سے روگردانی کی
 سزا ہے جس کی تعلیم فطرت کا عین تقاضہ ہے۔ یہ اللہ کے
 بجائے یہود و نصاریٰ کے احبار و رہبان کی طرح علماء و
 مشائخ کو اپنارب بنانے کا نتیجہ ہے۔

اذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فامسکوهن بمعرفة
 او فارقوهن بمعرفة واشهدوا اذوى عدل منکم
 (الطلاق: ۲) جب تم عورتوں کو طلاق دو، وہ اپنی عدالت کو پہنچ
 جائیں تو معروف طریقہ سے رجوع کرلو یا معروف طریقہ سے
 رخصت کرو اور اپنے میں سے دو عادل گواہ بھی مقرر کر دو۔

و قد اخذن منکم میثاقا غليظاً
 اور انہوں (بیویوں) نے تم سے پکا عہد و پیمان لیا۔
 عربی میں غلیظ کا معنی بہت مضبوط اور پکے عہد و پیمان
 کیلئے آتا ہے، اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کیلئے بھی اس
 مقدس میثاق غلیظ کا ذکر فرمایا ہے۔ جب عورت مرد کیلئے
 حلال نکاح سے اس کا لباس بن جائے تو یہ بہت مقدس
 اور مضبوط رشتہ ہے جس سے انبیاء کرام، صدیقین، شہداء
 اور صالحین کے علاوہ نسل انسانی کا سلسلہ نسب جڑا ہے۔
 اسلامی طلاق کی صورت میں بھی ایک طرف عدالت کا تصور
 رکھا گیا ہے تو دوسری طرف شوہر کو بہتان طرازی سے
 روکنے کیلئے اس مقدس اور مضبوط رشتہ کا قرآن میں
 حوالہ دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کی مت ماری گئی ہے کہ
 قرآن جیسی مقدس کتاب کو معاشرے میں ان لوگوں کے
 حوالے کیا گیا ہے جو معمول کی سمجھ بوجھ سے بھی بالکل
 عاری ہیں۔ منصب خلافت و امارت اور امامت ہمیشہ
 اہلیت رکھنے والے لوگوں کے پاس رہا اور وہ لوگ جو کام
 کئے نہ کاچ کے دشمن انانج کے مذہب کے نام پر اپنے بال
 پچھ پلاتے رہے۔ اللہ عقل والوں کو دین کی سمجھ دے۔

شوہر تین طلاق کی ملکیت کیا بلکہ بیوی کا مالک نہیں

مرد کو بھی طلاق کا حق مگر..... یہ

و ان اردتم استبدال زوج مكان زوج و اتیتم
احدهن قنطاراً فلا تأخذوا منه شيئاً اتاخذونه
بهتاناً و اثماً مبيناً و كيف تأخذونه وقد
افضى بعضكم الى بعض و اخذن منكم ميشاق
غليظاً النساء: 20-21۔ ”اگر تم کسی بیوی کے بدے
دوسری بیوی لانا چاہو اور انہیں کسی ایک کو بہت مال دیا ہو
تو اس میں سے کچھ بھی نہ لو۔ کیا تم بہتان اور صریح گناہ
سے وہ مال لو گے؟ جبکہ تم ایک دوسرے سے (ازدواجی
تعلق) مل چکے ہو اور وہ تم سے پکا عہد و پیمان لے چکی
ہیں، ”اللہ تعالیٰ نے پہلے عورت کو خلع کا حق دیکر فرمایا کہ
وہ شوہر کی مملوک نہیں، پھر شوہر کو بھی طلاق کا حق دیا ہے اور
ساتھ میں یہ وضاحت بھی کرو دی ہے کہ ان کو اپنے حقوق
سے بہتان لگا کر محروم مت کرو۔ خلع و طلاق کی صورتوں
پر کتاب کے اندر تفصیل سے مضمون لکھا گیا ہے اور عقلمند
افراد کیلئے قرآن کی آیات اور اس کا ترجمہ بھی کافی ہے۔
اگر دنیا کو صرف ان آیات کا پتہ چل جائے جو چودہ سو
سال پہلے نازل ہوئی تھیں تو پوری دنیا میں نکاح و طلاق
اور شوہر و بیوی کیلئے قرآن ہی کو مشعل راہ بنایا جائے گا۔
افسوں کے ہمارا ذہین طبقہ خود قرآن سے رہنمائی لینے کے
بجائے اپنے اپنے فرقوں کے علماء و مشائخ کو ارباب کا
درجہ دیکرا تھاری سمجھتا ہے۔ امت مسلمہ کو بحران سے
نکلنے کیلئے قرآن کی طرف رجوع بہت ضروری ہے۔
دیندار اور مسلمانوں کی بے جا عزت تین لٹڑ رہی ہیں۔

خلع عورت کا بڑا ہی بنیادی ہے

يَا اِيَّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحْلِلُ لَكُمْ اَنْ تَرْثِيَا النِّسَاءَ
كُرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لَتَذَهَّبُوا بِعِصْمٍ مَا اتَيْتُمُوهُنَّ
هُنَّ إِلَّا اَنْ يَاتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَ وَعَاصِرُوهُنَّ
بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرُهُوْنَ
شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا النساء: 19-20

”او تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم عورتوں کے زبردستی
سے مالک بن بیٹھو۔ اور انکو اسلئے نہ (جانے سے) روکو،
کہ تم ان سے بعض وہ چیزیں لوجو تم نے ان کو دی ہیں۔
مگر یہ کہ وہ کھلی فحاشی کا ارتکاب کریں اور انکے ساتھ اچھا
برتاو کرو، اگر تمہیں ان سے کراہت ہو، تو ہو سکتا ہے کہ
کسی چیز سے تمہیں کراہت ہو لیکن اللہ اس میں تمہارے
لئے خیر کیش رکھ دے“، اللہ تعالیٰ نے واضح طور سے فرمایا
کہ بیویوں کے زبردستی سے مالک نہ بن بیٹھو۔ اور ان کو
جانے سے اسلئے مت روکو کہ تم نے ان کو جو چیزیں دی
ہیں ان میں سے بعض واپس لو مگر یہ کہ وہ کھلی فحاشی کی
مرتکب ہوں۔ اگر تم (علیحدگی پر) ان سے کراہت کرو تو
ہو سکتا ہے کہ کسی چیز سے تم کراہت کرو اور اللہ اس میں
تمہارے لئے بہت سارا خیر رکھ دے۔ جب عورت شوہر
سے علیحدگی چاہتی ہو تو شوہر وہ بعض چیزیں ہتھیانا چاہتا
ہے جو اس نے دی ہوں۔ فحاشی کے علاوہ یہ منع ہے اور
عورت کو اس کی مرضی کی مطابق چھوڑنے میں ہی شوہر کی
بھلائی ہے، عزت خراب ہو سکتی ہے، گھر بیو پر بیشانیاں،
خود کشی، زہر دینے اور ڈھیر شرور کے مقابلہ پر خیر کیش۔

(نفلانی غزل)

رہا اب نہ کوئی دشمن شعور کا
 شوخ قلم سے آباد علم کی دنیا
 چراغ راہ ہے درشن سطور کا
 یہ دور ہے ابراہیم کی تلاش میں
 ابد آباد رہا تختہ دھڑن جہور کا
 دنیا کو مہدی برحق کی ضرورت
 کعبے کو انتظار بت شکن حضور کا
 ایوان اصطبل کاپینہ نمائشی چپل
 سوئزر لینڈ آسٹریلیا پانامہ
 لکھا موسیٰ سے مارکس تک افسانہ
 زندہ حقیقت نبی کی ختم نبوت
 دم عیسیٰ پر بیضاء برحق مگر
 انجلیل تحریف سے محفوظ نہ تورات
 خاموشی ہے فقیرہ شہر کی شکست
 علماء سوء کا خیر سے کا واسطہ
 ذہن خراب تھا نیت بھی کھوئی
 انتظار کرتے کرتے صدیاں بیتیں
 اک فقیر بے نوا کے ہاتھوں
 علم آیا بو جہل کے مدد مقابل
 ٹلعت سے نہ ہوگا گرہن نور کا
 ناج نہ جانے اور کولہا ہلائے
 ظلم جبر رشتہ قتل اغواء
 اقتدار کی بیڑی کو سمجھ لیا پازیب
 تا وقت ریاست بن نہ جائے لوندی
 شرق تا غرب لگا ہے اک تماشہ
 اللہ کے احکام سے ہوگا ضرور روشن
 اک رات آئے گی ندائے غیب
 ہوش میں آؤ نالہ اقبال سے سہی!
 عقیق کو شکوہ نہیں کہ جلا ڈالا
 دیوٹوں نے نشین غیور کا

عثیق گیلانی کی شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی سے اتنا بول کہ لب آزاد ہیں تیرے
نبی ﷺ نے فرمایا حق سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے فرماش: اشرف میمن



راولپنڈی: یوم دفاع کے موقع پر جی ایچ کیو میں خصوصی تقریب

